ستمبر - اکتوبر ۲۰۲۴ء

مجلسیں روشن اور دل تاریک

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لیے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے۔ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو مگر آہ! تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا. تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو مگر آہ! تمہاری غفلت کہ تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کے مشام روح یکسر محروم ہیں!

امام الھند مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ
(رسول رحمت:۵۸)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ربیع الاول-ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ ● ستمبر-اکتوبر ۲۰۲۴ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

میثاقِ انبیاء

● شیخ رفیع اللہ سلفی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَٱشْهَدُوا۟ وَأَنَا۠ مَعَكُم مِّنَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ﴾ [آل عمران:۸۱-۸۲] ''جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں''۔

محترم قارئین! اس آیت مبارکہ میں بیان ہو رہا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں وعدہ لیا کہ ان میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت عطا کرے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے، اور انہی کے زمانے میں رسول آجائے تو ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت وامداد کرنا ان کا فرض ہوگا! یہ نہ ہو کہ اپنے علم ونبوت پر نظر ڈال کر اپنے بعد والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے۔اس کے بعد فرمایا: ''کیا تم اس عہد کا اقرار کرتے ہو؟ اور میرا ابو جھل مضبوط عہد ومیثاق لے رہے ہو؟ سب نے کہا: ہاں! ہمارا اقرار ہے۔تو فرمایا گواہ رہو اور میں بھی خود گواہ ہوں۔ اب اس عہد ومیثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ ان کی زندگی میں اگر اللہ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی امداد کرے۔(الطبری:۶/۵۵۵)

اور اپنی امت کو بھی یہی تلقین کر دے کہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں برداری میں لگ جائے۔

تمام انبیاء ورسل کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ایمان کا حصہ ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے''۔[البقرۃ:۲۸۵]

حدیث میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (جبرئیل علیہ السلام نے) دریافت کیا: مجھے بتائیں ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ،

وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ''۔''(ایمان یہ ہے) کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے انبیاء پر، یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ''۔(صحیح مسلم، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان)

ہر نبی پر ایمان لانا ضروری ہے مگر اتباع صرف رسول اللہ ﷺ کی کرنی ہے آپ ﷺ کی رسالت کے بعد کسی دوسرے نبی، قطب، ابدال، ولی اور امام کی پیروی ممنوع ہوگئی جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کی اتباع کرنا ضروری ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا عیسائی میری خبر سن لے اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مرجائے تو وہ ضرور جہنمی ہوگا''۔(صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا: ۱۵۳)

قرآن وسنت کی موجودگی میں اور کچھ بھی قابل عمل نہیں!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن تورات کا ایک ورق پکڑ کر پڑھ رہے تھے نبی کریم ﷺ نے پاس آکر دیکھا تو چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیفیت کو دیکھتے ہوئے کہا: اے عمر! تیری ماں تجھے گم پائے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھتے ہو؟ جب چہرہ اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو غصہ سے دمک رہا تھا تو بے اختیار پکار اٹھے:''میں اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں''۔

اللہ کے نبی ﷺ! آپ غصہ میں کیوں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اگر اب صاحب کتاب موسیٰ علیہ السلام بھی آجائیں اور آکر اپنی تورات پر عمل کرکے یہ چاہیں کہ ہدایت مل جائے تو ہدایت نہیں ملے گی بلکہ انہیں بھی میری فرماں برداری کرنی پڑے گی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:''**لوبدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل**''۔''اگر موسیٰ آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے چل پڑو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہوجاؤ گے''۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑ دوں گا تو گمراہ ہوجاؤں گا''۔(صحیح بخاری: کتاب فرض الخمس، باب اداء الخمس من الدین)

اختلافات میں بھی اتباع صرف رسول اللہ ﷺ کی کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرماں برداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے''۔[النساء:۵۹]

جو لوگ ایسا نہیں کرتے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مجرم ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو شخص باوجود ہدایت کی واضح ہو جانے کے بھی رسول کی خلاف ورزی کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے، اور وہ لوٹ کر جانے کی بہت ہی بری جگہ ہے''۔[النساء:۱۱۵]

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کے تمام حقوق ادا کرنے، آپ کی اطاعت اور آپ سے سچی محبت کرنے کی توفیق دے۔ آمین ❁❁❁

حلقۂ حدیث

سوموار کے روزہ کی فضیلت

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ الاِثْنَيْنِ، فَقَالَ : "فِيهِ وُلِدْتُ، وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ".

ترجمہ: حضرتِ ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوموار کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس دن میری پیدائش ہوئی ہے اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی''۔ (صحیح مسلم،کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر، ح:1162)

راویٔ حدیث: اس حدیث کے راوی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابوقتادہ ان کی کنیت ہے اور اصل نام حارث بن ربعی ہے۔ بڑے مشہور و معروف صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ فارس (شہسوار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب سے مشہور ہیں۔ انصار سے تعلق رکھنے کی وجہ سے انصاری کہلائے۔ غزوۂ احد اور بعد والی جنگوں میں شریک رہے۔ بعض سفر میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹیکا اور سہارا دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند کی وجہ سے اپنی سواری سے جھک گئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے ان کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا **"حَفِظَكَ اللَّهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ"** (صحیح مسلم ح:681)۔ جائے وفات میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ مدینے میں اور بعض نے کہا کہ کوفے میں 54/ہجری کو فوت ہوئے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۷/۱۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

تشریح: ماہ رمضان کے فرض روزے کے علاوہ دیگر ایام میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود بکثرت روزے رکھے ہیں اور اپنی امت کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس کی تلقین بھی کی ہے جنہیں شرع میں نفلی روزوں کے نام سے جانا جاتا ہے، ان نفلی روزوں میں سے ایک سوموار کا بھی روزہ ہے، جس کا تذکرہ مذکورہ بالا حدیث میں موجود ہے۔ اس حدیث میں سوموار کے روزہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے نیز فضیلت کی وجہ بھی ذکر کردی گئی ہے، پہلی وجہ یہ کہ اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی اور دوسری وجہ یہ کہ اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ اس لئے سوموار کے دن روزہ رکھنا مسنون و مستحب ہے۔

سوموار کے روزہ کی تیسری فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دن بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں، چنانچہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ"** سوموار اور جمعرات کے دن اعمال اللہ کے ہاں پیش کئے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔ (سنن ترمذی ابواب الصوم، باب ماجاء فی صوم الاثنین والخمیس ح:747)

ان صحیح احادیث سے واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوموار کے دن جیسے اپنی پیدائش کی خوشی میں روزہ رکھا ایسے ہی اس دن کی فضیلت کی وجہ سے روزہ رکھا۔ کیونکہ اس دن میں آپ پر وحی نازل ہوئی، اور اسی دن اعمال اللہ کے ہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

چنانچہ آپ ﷺ نے پسند فرمایا کہ آپ کا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔ معلوم ہوا کہ آپ کی پیدائش کا اس دن ہونا، اس دن روزہ رکھنے کے بہت سے اسباب میں سے ایک ہے۔ چنانچہ جو شخص سوموار کا روزہ رکھتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے رکھا، اور اس میں مغفرت کی امید رکھے اور اس دن اللہ تعالی کے بندوں کو عطا کردہ نعمتوں کا شکرادا کرے، جن میں سے سب سے عظیم نعمت آپ ﷺ کی پیدائش اور نبوت ہے، اور اس دن اہل مغفرت میں شامل ہونے کی امید رکھے، تو یہ اچھی بات ہے اور نبی کی ثابت شدہ سنت کے موافق بھی ہے، لیکن اس کا یہ معمول سارا سال ہی حسب طاقت جاری رہنا چاہئے، کسی ہفتے یا مہینے کو خاص نہ کرے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی سوموار کے روزے کا اہتمام کریں، تاکہ نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع بھی ہو سکے اور اس کی فضیلتوں سے بہرہ ور ہو سکیں۔

اس حدیث سے جہاں سوموار کے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے وہیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بھی سوموار کے دن ہوئی، رہی بات تاریخ کی تو اس کے بارے میں کوئی حتمی روایت نہیں موجود ہے عام سیرت نگاروں نے 9 ربیع الأول کو راجح قرار دیا ہے۔ اب رہا سوال یہ کہ کیا سوموار کے دن روزہ رکھنے سے نبی ﷺ یا کسی کی ولادت کی عید میلاد کا اثبات ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو صحیح بات یہ ہے کہ اس سے نبی کریم ﷺ یا کسی بھی شخص کی ولادت کی عید میلاد کا اثبات صحیح نہیں ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

1۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں صرف دو عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ منانے کا حکم دیا ہے اگر یہ عید میلاد کو تیسری عید مانتے ہیں تو پھر عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ولا صوم في يَوْمَيْنِ: الفِطْرِ وَالأَضْحَى" (صحیح بخاری ح:1864، صحیح مسلم ح:827)۔ تو اگر سوموار کا دن میلاد نبوی کا دن ہے اور میلاد نبوی کے دن کو عید میلاد کہیں گے تو پھر یا تو سوموار کے دن کو عید میلاد نہ کہیں اور اگر عید میلاد کا دن تصور کرتے ہیں تو اس دن روزہ نہ رکھیں، کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے تو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے سوموار کو روزہ رکھ کر اس بناوٹی عید کا خاتمہ کر دیا۔

2۔ اگر میلاد کا دن عید کا دن ہے تو جس طرح عیدین (بڑی عیدین) اور جمعہ (چھوٹی عید) کا تذکرہ اور ان کے احکامات حدیث وفقہ میں موجود ہیں تو عید میلاد کا تذکرہ اور اس کے احکامات حدیث وفقہ میں موجود ہونے چاہیئے، لیکن ایسا کہیں نہیں ہے۔

3۔ اوپر ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جمعرات کا بھی روزہ رکھتے تھے، اگر آپ اپنی پیدائش کی وجہ سے روزہ رکھتے اور آپ کا مقصود عید میلاد ہوتا تو جمعرات کا روزہ نہیں رکھتے بلکہ آپ ﷺ ہر سال اپنی پیدائش کے دن کا روزہ رکھتے مگر آپ کا ایسا معمول نہیں تھا۔

4۔ صحابہ کرام، سلف صالحین یا ابتدائے عہد کے اہل علم میں سے کسی سے بھی آپ ﷺ کے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے عمل سے دلیل لیتے ہوئے، ہفتے، مہینے، یا سال میں سے کسی خاص دن کا روزہ رکھنا یا اسے تہوار کا دن قرار دینا ثابت نہیں ہے۔ اگر یہ عمل جائز ہوتا تو اہل علم وفضل اور ہر بھلائی کے کام میں سبقت لے جانے والے لوگ ہم سے پہلے اس پر ضرور عمل کرتے، جب انہوں نے یہ کام نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نیا کام ہے جس پر عمل جائز نہیں ہے۔ (الاسلام سوال وجواب مع حذف واضافہ سوال:137931)

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سوموار کے روزہ کے ساتھ ساتھ دیگر نفلی روزوں کی اہمیت کو سمجھنے اور ان پر عمل کر کے سنت نبوی ﷺ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں کامل و پختہ مؤمن بنائے۔ آمین۔ ۞ ۞ ۞

اداریہ

کچھ بھی پیغام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمہیں پاس نہیں

مدیر

ایک وقت تھا کہ دنیا ظلمت و تاریکی کی آماجگاہ بن چکی تھی، ہرسو تیرگی چھائی ہوئی تھی، ایسے وقت میں چاروں طرف کفر وشرک، فسق وفجور، جاہلیت وجہالت، ظلم واستبداد کا دور دورہ تھا، ہرسمت بدامنی وبے چینی کے مہیب اور خطرناک سائے پھیلے ہوئے تھے، ہرجگہ قتل وغارت گری اور لڑائی وخونریزی کی وجہ سے انسانیت دکھی تھی، خالقِ کائنات کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے فاران کی چوٹیوں سے اس آفتابِ جہاں تاب کو نمودار فرمایا جس کی بدولت تمام اندھیرے چھٹ گئے، تاریکیاں کافور ہوگئیں اور نور اسلام سے سارا عالم جگمگا اُٹھا، توحید وسنت کی بادِ بہاری چلی اور ایمان کے سنہری راستوں پر چلنے والا ایک گروہ مقدس تیار ہوا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہرنقش قدم کو اپنے لیے دنیا وآخرت کی کامیابی اور رب کی رضا کا ذریعہ ٹھہرالیا اور یوں یہ قافلہ سنتِ مصطفی کی وادیوں میں چلتا، سنورتا اور آگے بڑھتا رہا، کبھی بھی انھوں نے نبی مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم کی مخالفت نہ کی۔ بعد کی صدیوں میں دھیرے دھیرے یہ امت ہوائے نفس اور خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اختلاف کا شکار ہوگئی جسکی بنیاد پر باطل فرقوں اور بدعت پرستوں کا ظہور ہوا اور پھر دین میں نت نئی ایجادات اور تغیرات ظاہر ہونے لگیں، جہمیت، رافضیت، خارجیت، مرجیئت، اعتزال، تصوف، اور ماتریدت جیسے فتنے جنم لینے لگے، قدریہ، فاطمیہ اور روافض وخوارج جیسے ٹولے وجود میں آگئے۔ کہیں کہیں انھوں نے حکومتیں بنالیں، اوراس طرح خلق قرآن جیسے باطل عقیدے اور جشن میلاد نبوی جیسی قبیح ترین بدعتوں اور نت نئے خرافات اور بے بنیاد مسائل کی پشت پناہی ہونے لگی اور رفتہ رفتہ یہ امت شاہراہ سنت سے ہٹنے لگی اور بدعات وخرافات کو ہی اپنا دین ومذہب سمجھنے لگی۔

ہرسال ماہ ربیع الاول کے مہینے میں جشن میلاد کی مجلسیں اور اس موقع پر ان گنت بدعتیں اسی سلسلۂ جہالت کی ایک کڑی ہیں جنہیں اسلام مٹانے اور ختم کرنے کے لیے آیا تھا۔ آج ماہ ربیع الاول آتے ہی بڑے وسیع پیمانے پر میلاد کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، چراغاں ہوتے ہیں، جلوس نکالے جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر خوشی منانے کے لیے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، نئی نئی بدعتیں اور نئے نئے نعرے لگاتے جاتے ہیں، شرکیہ نعت اور نغمے پڑھے جاتے ہیں اور عشق رسول کے نام پر غیر قوموں کی طرح جشن منایا جاتا ہے لیکن کیا کبھی ہم نے غور کیا کہ اس طرح کی بے تکی مجلسوں اور خرافات وہلڑ بازیوں سے عشقِ رسول کے تقاضے پورے نہیں ہونگے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے دنیا میں مبعوث فرمایا تھا کہ ہم سے بس خراج عقیدت وصول فرمائیں یا آپ کی بعثت کا مقصد عظیم کچھ اور تھا؟ محبت کے ان کھوکھلے نعروں اور عشقِ رسول کے جھوٹے دعوؤں کا شریعت سے کیا تعلق ہے؟ آپکی بعثت کا

اصل مقصد تو دنیائے انسانیت کو توحید کا پیغام پہونچانا تھا،ہمیں تو ایسے موقع پر چاہئے تھا کہ سیرتِ مقدسہ کے ہر ایک نقش کو اپنے لئے مشعلِ راہ قرار دے لیں۔ اور اس پر بالفعل عمل پیرا ہوجائیں کیونکہ سیرتِ مقدسہ کا ہر ایک نقش پکار پکار کر ہم سے اتباع وعمل کا تقاضا اور مطالبہ کررہا ہے۔ ﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب:۲۱] تمہارے لئے رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ [الاحزاب:۳۶] ''کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو پھر ان کو خود اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ یقیناً گمراہی میں پڑ گیا''۔

مذکورہ آیات سے یہ حقیقت واضح ہوجارہی ہے کہ آپ ﷺ کے فرمودات اور فیصلوں پر دل میں ذرا سا انقباض محسوس کرنا بھی ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے چہ جائیکہ کھلم کھلا آپ ﷺ کے طریقۂ، اُسوہ، سیرت، ہدایت اور نقش قدم کی مخالفت کی جائے اور اگر کوئی ڈھٹائی سے مخالفت پر کمربستہ ہو ہی جائے تو اسے یہ تنبیہ بھی پیش نظر رکھنی چاہئے۔ ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور:۶۳] ''پس ڈرنا چاہئے ان لوگوں کو جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہوجائیں یا ان پر دردناک عذاب نازل ہوجائے''!

اس لئے ہم مسلمانوں پر اجتماعی اور انفرادی دونوں اعتبار سے فرض ہے کہ ہم سنت کے آئینے میں اپنی سیرت وکردار کو دیکھنے کی کوشش کریں اور پھر غور کریں کہ آیا ہمارا کوئی عمل اللہ اور اس کے رسول کی منشا کے خلاف تو نہیں۔

کیونکہ سیرتِ مقدسہ کا ایک ایک نقش امتِ محمدیہ کے ہر فرد سے اتباع وعمل کا تقاضا کرتا ہے اور ہر مسلمان کو یہ دعوت دیتا ہے کہ اسے آپ کی سنتوں کو اپنی زندگی میں شامل کرکے محبت رسول ﷺ کا ثبوت پیش کرنا چاہیے ورنہ ہماری حالت تو بہت بدتر ہوتی جارہی ہے اور ہم اپنے معاملات میں اسوۂ رسول ﷺ سے پرے جاکر غیروں کی طرح صرف جشن وجلوس پر ہی ایمان رکھنے والے بنتے جارہے ہیں ہمیں تو ہر وقت شاعر کا یہ قول پیش نظر رکھنا چاہئے کہ:

کون ہے تارک آئین رسولِ مختار؟
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟
ہوگئی کس کی نگہہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں

اس لئے ہمیں اپنے احساس وشعور کو بیدار کرنا چاہیے اور پیغام نبوت کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے بدعات وخرافات سے دور رہنا چاہیے تاکہ ہماری زندگیوں میں دین سے حقیقی محبت پیدا ہوجائے اور ہم سنت مصطفی کے چاہنے والے اور نبی کے سچے فرمانبردار بن جائیں۔ اللہ ہمیں اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔ وما توفیقی الا باللہ

عقیدہ ومنہج

شروطِ لا إلہ إلا اللہ

● شیخ مختار احمد محمدی مدنی (جبیل، سعودی عرب)

الحمد لله رب العالمين وأشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

کلمہ توحید کی آٹھ شرطیں ہیں:

شرط نمبر(۱) علم:

یعنی کلمہ کے معنی کا علم حاصل کرنا، کلمہ پڑھنے کے بعد کن کن باتوں کو تسلیم کرنا ہوگا، اور کن کن باتوں کی نفی یعنی انکار کرنا ہوگا، ان تمام باتوں کا علم ضروری ہے۔

دلیل: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فَٱعۡلَمۡ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ﴾ [محمد:۱۹] یعنی: ''اس بات کا یقینی علم ہو کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''**مَن مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ**''. (صحیح مسلم رقم ۲۶)

ترجمہ: ''جس کی موت اس حالت میں ہوئی ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ کا مطلب جانتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

شرط نمبر(۲) یقین:

یعنی کلمہ کے معنی پر پختہ یقین ہو ایسا یقین جس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

دلیل: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُواْ وَجَٰهَدُواْ بِأَمۡوَٰلِهِمۡ وَأَنفُسِهِمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلصَّٰدِقُونَ﴾ [الحجرات:۱۵]

یعنی: ''مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر پکا ایمان لائیں پھر کوئی شک اور شبہہ نہ کریں، اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں، یہی سچے لوگ ہیں''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''**أَشْهَدُ أَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ، لَا يَلْقَى اللهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ**''. (صحیح مسلم رقم:۲۷)

ترجمہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، ان دونوں کے اقرار کے ساتھ جو بندہ اللہ سے ملاقات کرے گا اس حال میں کہ اسے کوئی شک اور شبہہ نہ ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دونوں جوتے دے کر ارشاد فرمایا: ''**مَنْ لَقِيْتَ وَرَآءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ**''. (صحیح مسلم رقم:۳۱)

ترجمہ: ''اس دیوار کے پیچھے جس سے تمہاری ملاقات ہو وہ دل کے یقین کے ساتھ گواہی دے رہا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی سچا

معبود نہیں، (اسے خوشخبری سنادو) کہ وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

شرط نمبر(۳) اخلاص:

یعنی حسن نیت کے ساتھ صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اس کلمہ کا اقرار کرنا، جس میں شرک کا شائبہ تک نہ رہے۔

دلیل :اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلۡخَالِصُ﴾[الزمر:۳] ترجمہ:''خبردار! اللہ تعالی ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے : **"أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ"**.(صحیح بخاری رقم:۹۹)

ترجمہ:''لوگوں میں قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق وہ خوش نصیب ہوگا جس نے لا الہ الا اللہ کو اپنے دل کے اخلاص کے ساتھ کہا ہوگا''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے : **"اِنَّ اللهِ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ"**.(صحیح بخاری رقم ۴۲۵،وصحیح مسلم رقم:۳۳)

ترجمہ:''اللہ نے اس پر جہنم حرام کردیا ہے جو صرف اللہ کی رضاء کے لئے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے''۔

شرط نمبر(۴) صدق:

یعنی دل کی سچائی سے اس کلمہ کا اقرار کرنا، یہاں تک کہ دل میں کسی بھی طرح کا نفاق اور جھوٹ باقی نہ رہے۔

دلیل : ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَقَدۡ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۖ فَلَيَعۡلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْ وَلَيَعۡلَمَنَّ ٱلۡكَٰذِبِينَ﴾ [العنکبوت:۳] یعنی :''ان سے اگلوں کی بھی ہم نے خوب آزمائش کی یقینا اللہ تعالی انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرلے گا جو جھوٹ بولتے ہیں''۔

منافقین جو نفاق اور جھوٹ میں اللہ پر ایمان کا دعوی کرتے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَبِٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَمَا هُم بِمُؤۡمِنِينَ ۝٨ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَمَا يَخۡدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُونَ﴾ [البقرة:۸-۹]

یعنی :''اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں، وہ اللہ تعالی کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں، مگر سمجھتے نہیں''۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **"مَا مِنْ يَشْهَدُ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ"**.(صحیح بخاری رقم:۱۲۸، صحیح مسلم رقم:۳۲)

ترجمہ:''جو دل کی سچائی سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے اللہ تعالی اس پر جہنم کو حرام کردیتا ہے''۔

ایسے ہی وہ جس نے اسلام کے ارکان کے بارے میں سوال کیا اور کہا کہ میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم، تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: **"اِنْ صَدَقَ لَيَدْ خُلَنَّ الْجَنَّةَ"**.(صحیح مسلم رقم:۱۲) ترجمہ:''اگر اس نے سچ کر دکھایا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا''۔

شرط نمبر(۵) محبت:

یعنی، اللہ، محمد ﷺ، دین اسلام اور اس کلمہ کی محبت میں اس

کا اقرار کرنا، یہ کلمہ جن چیزوں پر دلالت کرے ان چیزوں سے محبت ہو، اور جن امور کا تقاضا کرے ان سے محبت ہو، کلمہ پر صدق دل سے عمل کرنے والوں سے محبت ہو، اور جو چیزیں اس کلمہ کے منافی ہیں ان سے نفرت اور عداوت ہو۔

دلیل: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾ [البقرۃ:۱۶۵] یعنی: ''جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ أَنْ يَكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُه أَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَن يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ، وَأَن يَكْرَهَ أَن يَعُوْدَ اِلَى الْكُفْرِبَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي الّنَارِ''. (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ترجمہ: ''جس کے اندر تین خصلتیں پائی گئیں اسے ایمان کا مزہ مل گیا''۔

نمبر(۱) جس کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

نمبر(۲) جو صرف اللہ کے لئے کسی سے محبت کرے۔

نمبر(۳) اللہ کے فضل سے کفر سے نکلنے کے بعد کفر میں لوٹنے کو اسی طرح ناگوار اور برا سمجھے جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناگوار اور برا سمجھتا ہے''۔

شرط نمبر(۶) انقیاد واطاعت:

یعنی کلمہ کے معانی اور اس کے تقاضوں پر مکمل طور سے عمل پیرا ہونا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کوئی بات رد نہ کرنا، ہر بات کی تصدیق کرنا۔

دلیل: ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَأَنِيبُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّكُمۡ وَأَسۡلِمُواْ لَهُۥ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ [الزمر:۵۴] یعنی: ''تم سب اپنے رب کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کئے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے''۔

﴿وَمَن يُسۡلِمۡ وَجۡهَهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰ﴾ [لقمان:۲۲]

یعنی: ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکوکار بھی ہو، یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَنْ يَّابَى؟ قَالَ : مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبَى''. (صحیح بخاری رقم ۷۲۸۰) ترجمہ: ''میری امت کا ہر شخص جنت میں جائے گا مگر جس نے انکار کیا، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا کون انکار کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا''۔

شرط نمبر(۷) قبول:

یعنی کبر اور غرور سے بچتے ہوئے دل اور زبان سے کلمہ اور اس کے تقاضوں کو قبول کرنا۔

دلیل: کفار ومشرکوں کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّهُمۡ كَانُوٓاْ إِذَا قِيلَ لَهُمۡ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسۡتَكۡبِرُونَ﴾ [الصافات:۳۵] یعنی: ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جب

ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے ہیں''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ الله بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ فَأَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ". (صحیح بخاری رقم:۷۹ وصحیح مسلم رقم:۲۲۸۲)

ترجمہ: ''اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال زمین کو پہنچنے والی زوردار بارش کی ہے، زمین کی ایک قسم زرخیز ہوتی ہے جو پانی کو جذب کر لیتی ہے اور خوب سبز گھاس پھونس اور پودا اگاتی ہے، اور ایک قسم سخت پتھریلی زمین کی ہوتی ہے جو پانی روک لیتی ہے اور اس سے اللہ تعالی لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے، وہ پیتے اور پلاتے ہیں اور اس سے کھیتی باڑی کرتے ہیں، اور زمین کی ایک تیسری قسم چٹیل میدان کی ہوتی ہے جو نہ پانی کو روکتی ہے اور نہ ہی گھاس وغیرہ اگاتی ہے، یہی مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرتا ہے اور جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ خود علم حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے، اور اس شخص کی مثال ہے جس نے اس پر سر ہی نہیں اٹھایا اور جو ہدایت دے کر مجھے اللہ نے بھیجا اسے قبول ہی نہیں کیا۔''

شرط نمبر (۸) اللہ کے علاوہ جن کی بھی عبادت کی جا رہی ہو ان کا انکار کرنا:

دلیل: ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة:۲۵۶]

یعنی: جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ تعالی پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا، اور اللہ تعالی سننے والا جاننے والا ہے''۔

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ [الحج:۶۲] یعنی: ''یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے بیشک اللہ ہی بلند و کبریائی والا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ قَالَ لا اله الا الله وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ". (مسلم رقم:۲۳)

ترجمہ: '': جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اور اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان سب کا انکار کیا تو اس کا مال و خون حرام ہو جاتا ہے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔''

اللہ تعالی ہم سب کو ان شرطوں کو پورا کرنے کی توفیق دے آمین۔

عقیدہ ومنہج

تکفیر کے اصول وضوابط
کتاب وسنت کی روشنی میں

● ڈاکٹر اجمل منظور المدنی (وکیل جامعۃ التوحید، بھیونڈی، ممبئی)

نحمده ونصلى على رسوله الكريم، أما بعد :

قارئین کرام! کسی کو کافر یا فاسق قرار دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے، بلکہ یہ اختیار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس ہے، کیونکہ کسی کو کافر یا فاسق قرار دینا ان شرعی احکام سے تعلق رکھتا ہے جن کی بنیاد کتاب وسنت ہوتی ہے، اسی لئے اس معاملے میں انتہائی احتیاط سے کام لینا ضروری ہے اور صرف اسی کو کافر یا فاسق کہا جائے گا جس کے کافر یا فاسق ہونے کے متعلق کتاب وسنت میں دلائل موجود ہوں۔

بنیادی طور پر کوئی بھی مسلمان جب تک وہ علانیہ طور پر دین پر عمل پیرا ہو تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا تا آنکہ شرعی دلائل کی رو سے اس کا دائرہ اسلام سے خارج ہونا ثابت ہو جائے۔ اسی لئے کسی کو کافر یا فاسق قرار دینے میں کوتاہی برتنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں دو بڑی خرابیاں ہیں:

1۔ کسی پر حکم لگانا درحقیقت اللہ تعالی پر بہتان بازی ہے، نیز کسی پر جو حکم لگایا جا رہا ہے وہ حکم اس شخص کے بارے میں بھی بہتان ہے۔

2۔ اگر وہ شخص متعلقہ الزام سے بری ہو تو انسان کو برے لقب دینے کے زمرے میں بھی آتا ہے۔

صحیح بخاری: (6104) اور صحیح مسلم: (60) میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو کافر قرار دیتا ہے تو وہ حکم ان دونوں میں سے ایک پر لاگو ہو جاتا ہے)۔

اسی حدیث کے ایک اور الفاظ یہ بھی ہیں کہ: (اگر تو وہ ایسا ہی تھا جیسا اس نے کہا [تو ٹھیک] بصورتِ دیگر وہ حکم اسی پر لوٹ جائے گا)۔

دوم: اس لیے کسی بھی مسلمان پر کفر یا فسق کا حکم لگانے سے قبل دو چیزوں کو دیکھنا ضروری ہے:

1۔ کتاب وسنت میں یہ بات واضح ہو کہ یہ قول یا فعل کفر یا فسق کا موجب ہے۔

2۔ کفر یا فسق کا حکم معین شخص پر لاگو ہوتا ہو، یعنی کسی کو کافر یا فاسق قرار دینے کی شرائط پوری ہوں اور اسے کافر یا فاسق قرار دینے میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔

اس کی اہم ترین شرائط درج ذیل ہیں:

1۔ مرتکب خطا کو علم ہو کہ اس کی جو غلطی ہے وہ اس کے کافر یا فاسق ہونے کی موجب ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالی ہے:
﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ [النساء:۱۱۵]

ترجمہ: اور جو ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے تو ہم اسے اسی راستے کے سپرد کر دیتے ہیں جس پر وہ چلا ہے، اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

اسی طرح فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [التوبہ:۱۱۵]

ترجمہ: اللہ تعالی کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کیا کرتا، تا آنکہ ان پر یہ واضح نہ کر دے کہ انہیں کن کن باتوں سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالی یقیناً ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

چنانچہ اس لیے اہل علم کہتے ہیں: اگر کوئی شخص نومسلم ہے اور وہ کسی فریضے کا انکار کر دیتا ہے تو وہ اس وقت تک کافر نہیں ہوگا جب تک اسے اس فریضے کے بارے میں بتلا نہ دیا جائے۔

2۔ کسی پر کفر یا فسق کا حکم لگانے کیلیے موانع میں سے ایک یہ ہے کہ کفر یا فسق کا موجب بننے والا عمل غیر ارادی طور پر سرزد ہو جائے، اس کی متعدد صورتیں ہیں، مثلاً:

۔ اس سے کفر یا فسق والا عمل جبراً کروایا جائے، چنانچہ وہ شخص جبر کی وجہ سے مجبور ہو کر وہ کام کرے، دلی طور پر راضی ہو کر نہ کرے، تو ایسی صورت میں اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [النحل:۱۰۶]

ترجمہ: جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کیا، اِلا یہ کہ وہ مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو یہ معاف ہے) مگر جس نے رضا مندی سے کفر کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

۔ اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسے انتہا درجے کی فرحت، یا غم یا خوف وغیرہ کی وجہ سے معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کہہ گیا ہے، اس کی دلیل صحیح مسلم: (2744) میں ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللہ تعالی کو اپنے بندے کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جب تم میں سے کسی کی سواری کھلے کھانے پینے کے سامان کے ساتھ چٹیل میدان میں گم ہو جائے اور وہ مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے مایوسی کی حالت میں ہی سو جائے، ابھی وہ اسی افسردگی کے عالم میں ہو تو اپنی سواری پاس کھڑی ہوئی پائے تو وہ سواری کی مہار پکڑ کر شدت فرحت کی بنا پر غلطی سے کہہ دے: یا اللہ! تو میرا بندہ میں تیرا اللہ!)

3۔ ایک مانع یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اس موقف میں تاویل کر رہا ہو، مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ کچی باتیں ہوں جنہیں وہ حقیقی دلائل سمجھ کر یہ عمل کر رہا ہو، یا اسے شرعی حجت اور دلیل صحیح انداز سے سمجھ نہ آئی ہو، تو ایسی صورت میں اسی وقت کسی کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے جب شرعی مخالفت عمداً ہو اور جہالت

رفع ہوجائے،اس بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾

[الاحزاب:۵]

ترجمہ: جن کاموں میں تم سے خطا ہوجائے تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن [گناہ اس میں ہے جس میں] تم عمداً خطا کرو۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ "مجموع الفتاوی" (349/23) میں کہتے ہیں:

"امام احمد رحمہ اللہ نے ان مسلمان خلیفوں پر بھی" رحمہ اللہ" کہتے ہوئے دعا کی ہے جنہوں نے جہمی نظریات سے متاثر ہوکر قرآن مجید کو مخلوق سمجھ لیا تھا اور اسی موقف کے داعی بن گئے تھے، امام احمد نے ان کیلئے دعائے مغفرت بھی کی، کیونکہ امام احمد جانتے تھے کہ ان مسلمان خلفائے کرام پر یہ بات واضح ہی نہیں ہوئی تھی کہ وہ [قرآن کریم کو مخلوق مانتے ہوئے] غلط ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں، نہ انہیں اس بات کا ادراک ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کا انکار کررہے ہیں، انہوں نے تاویل کی تھی اور اسی تاویل میں انہیں غلطی لگی، اور ایسے لوگوں کی تقلید کر بیٹھے جو خلق قرآن کے قائل تھے"۔انتہی

اسی طرح "مجموع الفتاوی" (180/12) میں ایک اور جگہ کہتے ہیں: "کسی کو کافر قرار دینے کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ امت محمدیہ میں سے جو شخص تلاش حق کیلیے جدوجہد کرے اور غلطی کا شکار ہوجائے تو اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس کی یہ غلطی معاف کر دی جائے گی۔ البتہ جس شخص کیلئے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بات کا علم ہوگیا اور اس کے باوجود ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی مومنین کا راستہ نہ اپنائے تو وہ کافر ہے۔ اور اگر ہوس پرستی کے غلبہ میں تلاش حق میں کوتاہی کا مرتکب ہوجاتا ہے اور لاعلمی کے باوجود شرعی امور میں گفتگو کرتا ہے تو وہ نافرمان اور گناہگار ہے اس لیے وہ فاسق ہوگا، ایسا بھی ممکن ہے کہ اس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے زیادہ ہوں" انتہی۔

ایک اور مقام (229/3) پر آپ کہتے ہیں:

"میں ہمیشہ یہ کہا کرتا ہوں اور میرے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کسی معین شخص کو کافر، فاسق یا گناہگار کہنے کا سخت مخالف ہوں اور اس سے روکتا ہوں، صرف ایک حالت میں [معین طور پر کافر ہونے کا حکم لگاتا ہوں جب] کہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ فلاں شخص پر وحی کی حجت قائم ہوگئی ہے کہ جس کی مخالفت کرنے پر انسان بسا اوقات کافر، تو کبھی فاسق یا بعض حالات میں گناہگار ہوجاتا ہے۔ اور میں یہ بات پختگی سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے خطا سے ہونے والے گناہ معاف کردیئے ہیں، اور خطا سے ہونے والے گناہوں میں وہ اعمال بھی شامل ہیں جن کا تعلق خبری [یعنی نظریاتی] اور عملی [یعنی فقہی] مسائل سے ہے۔ سلف صالحین کا شروع سے اس قسم کے مسائل میں اختلاف چلا آرہا ہے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی دوسروں پر کافر، فاسق اور گناہگار ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا"

...پھر اس کی مثالیں ذکر کرنے کے بعد کہا:

"میں یہ بات واضح کرتا رہا ہوں کہ سلف صالحین اور ائمہ

کرام کی جانب سے مطلق طور پر کسی کی تکفیر کا حکم جو نقل کیا گیا ہے کہ" جو فلاں فلاں بات کہے وہ کافر ہے" یہ بھی حق بات ہے، لیکن یہاں مطلق طور پر کسی فعل کے فاعل کو کافر قرار دینا اور معین کر کے کسی کو کافر کہنے میں فرق کرنا انتہائی ضروری ہے۔"... پھر کہتے ہیں:

"کسی کو کافر قرار دینا" وعید" سے تعلق رکھتا ہے؛ چنانچہ اگرچہ کسی شخص کی کوئی بات رسول اللہ ﷺ کی تکذیب پر مشتمل ہو لیکن چونکہ وہ نومسلم ہے اس نے ابھی اسلام قبول کیا ہے، یا کسی [علم ومعرفت سے دور] پسماندہ علاقے کا وہ رہائشی ہے تو ایسے شخص کو اس کے انکار اور تکذیب کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا تا آنکہ اس پر حجت قائم ہو جائے، کیونکہ ایسا عین ممکن ہے کہ اس شخص نے یہ نصوص سنی ہی نہ ہوں، یا سنی تو ہوں لیکن انہیں سمجھا ہی نہ ہو، یا اس کے پاس اس سے متصادم یا معارض کوئی شبہ ہو جس کی وجہ سے وہ ان نصوص میں غلط طور پر تاویل کرتا ہو۔

میں ہمیشہ صحیح بخاری اور مسلم کی ایک حدیث اپنے ذہن میں رکھتا ہوں جس میں ایک شخص کا ذکر ہے جو کہ کہتا ہے: (جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر پھر مجھے پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالی نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے اتنا عذاب دے گا کہ کسی کو اس نے اس سے پہلے اتنا عذاب نہیں دیا ہوگا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا، تو اللہ تعالی نے زمین کو حکم دیا اور فرمایا: اس آدمی کا جو حصہ بھی تمہارے پاس ہے اسے جمع کر دو، تو زمین نے اسے جمع کر دیا اور وہ زندہ کھڑا ہو گیا۔ تو اللہ تعالی نے پوچھا: تمہیں اس پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: پروردگار! تیرے ڈر سے میں نے ایسا کیا تھا۔ تو اللہ تعالی نے اسے معاف فرما دیا)۔

حدیث میں مذکور اس شخص کو اللہ تعالی کی قدرت میں شک ہوا تھا کہ اگر اسے پیس کر اڑا دیا گیا تو اللہ تعالی اسے دوبارہ زندہ نہیں کر سکے گا، بلکہ اس کا عقیدہ بن گیا کہ وہ دوبارہ زندہ ہی نہیں کیا جائے گا۔ تو یہ بات تمام مسلمانوں کے ہاں متفقہ طور پر کفر ہے لیکن چونکہ وہ اللہ تعالی کی قدرت سے نابلد تھا، اور ساتھ میں اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے ایمان بھی رکھتا تھا تو اللہ تعالی نے اسے اسی خوف کی بنا پر بخش دیا۔

تو اب جو شخص اجتہاد کی اہلیت رکھنے والا ہو اور تاویل کر رہا ہو، ساتھ میں اس کی کوشش یہ بھی ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر کاربند بھی رہے تو ایسا شخص حدیث میں مذکور شخص سے زیادہ مغفرت کا حق دار ہے۔"

آخر میں دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل علم اور اہل سنت علمائے کرام سے براہِ راست حصول علم کی توفیق بخشے، کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جو آسان بھی ہے اور پرامن بھی ہے، تاہم اس کیلئے شرط یہ ہے کہ ہم صرف انہی سے علم حاصل کریں جن کے علم اور دینداری پر آپ کو اعتماد ہو، وہ متبع سنت بھی ہو اور فکری اور عملی بدعات سے دور بھی ہو۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: "یہ علم دین ہے اس لیے جن سے تم اپنا دین لے رہے ہو انہیں پرکھ لینا"۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

دفاعِ سنت

انکارِ سنّت کی نئی شکلیں

● ڈاکٹر فاروق عبداللہ نرائن پوری (استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا)

سنت سے انحراف کی تاریخ بڑی قدیم ہے۔ جتنے بھی گمراہ فرقے پیدا ہوئے ان میں ایک مشترک چیز یہ پائی جاتی ہے کہ وہ سنت سے دور ہیں۔ عقلی قیاس آرائیاں، منطق وفلسفہ، اور جدت پسندی کے چکر میں سنت کا کلی یا جزوی انکار ان کی علامت بن گئی ہے۔ بعض نے جہاں کلی طور پر سنت کا انکار کیا، وہیں بعض نے صرف ان احادیث کو ٹارگٹ کیا جو ان کی عقلی اڑان یا تکمیلِ خواہشات کی راہ میں روڑے بن رہی تھیں چاہے وہ صحیحین میں ہی کیوں نہ موجود ہوں۔ اس کے بالمقابل بعض نے دخل اندازی کی راہ اپنائی اور ضعیف وموضوع روایات کو سنت کا درجہ دینا شروع کیا، اور شریعت کے نام پر ایک نئی دکان سجا لی۔ دونوں فریق اس باب میں افراط وتفریط کے شکار ہیں۔

اہل سنت والجماعت تمام ابواب کی طرح اس باب میں بھی وسطیت واعتدال پر قائم ہیں، چنانچہ انھوں نے احادیث کی تحقیق وتفتیش کے ایسے اصول وقواعد وضع کیے جن سے بہ آسانی مردود ومقبول کے اعتبار سے مروی احادیث کا درجہ متعین کیا جا سکے۔ اس کے لیے انہوں نے قرآن وحدیث کے استقرا سے شرعی اصولوں پر اپنے قواعد کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ ان اصولوں پر غور کرنے والا یہ پائے گا کہ اس کے ہر ہر قاعدہ پر قرآن یا حدیث کی کوئی نا کوئی دلیل ضرور موجود ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ جس علم کی تعمیر اتنی مضبوط بنیادوں پر کی گئی ہو اس سے جو نتیجہ برآمد ہوگا وہ اتنا ٹھوس، پر اعتماد، اور قابل یقین ہوگا جس کا مقابلہ دنیا کے کسی عقلی، مادی وعصری علم سے نہیں کیا جا سکتا۔

محدثین کرام نے دن ورات کی انتھک کوششوں سے ان تمام رُوات کی تفصیلی حالاتِ زندگی کو منظر عام پر لائے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح روایت حدیث سے تھا۔ اس کے تحت انھوں نے ہر راوی کے عقیدہ وعمل، علم حدیث کے ساتھ ان کے مشغلہ وتعلق، فہم وفراست اور ذہنی صلاحیت کو جانچا وپرکھا جو آج علم الرجال اور علم جرح وتعدیل کی شکل میں ہمارے سامنے محفوظ ومدون ہے۔ جس کی مدد سے محدثین کے مسلمہ اصولوں پر ایک ایک حرف حتی کہ زیر وزبر کے فرق تک کی جانچ وپڑتال کی جا سکتی ہے۔

محدثین کے یہاں احادیث کی رد وقبولیت کا یہی معتبر معیار ہے۔ نفسانی خواہشات کا اس میں ذرہ برابر عمل دخل نہیں ہوتا، کوئی محدث کسی حدیث کی تحقیق کے وقت یہ نہیں دیکھتا کہ اس سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے یا مخالفت، اس کی نظر فقط اس بات پر ہوتی ہے کہ محدثین کے منہج کے مطابق اللہ کے رسول کی طرف اس کی نسبت کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اگر نسبت ثابت ہو جائے تو بعد میں اس کا نمبر آتا ہے کہ اس کا صحیح معنی ومفہوم کیا ہے۔ اور اس کے لیے وہ سلف صالحین کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ انھوں نے اس کا کیا معنی ومفہوم بیان کیا ہے۔

انکار حدیث در اصل انکار رسالت ہے، بلکہ دیکھا جائے تو

انکار شریعت ہی ہے، کیونکہ حدیث رسول کا مقام ومرتبہ شریعت سازی میں وہی ہے جو قرآن کریم کا ہے۔جس طرح قرآن کریم شریعت کا بنیادی مصدر ہے اسی طرح حدیث رسول بھی۔لہٰذا اگر کوئی حدیث رسول کا انکار کر رہا ہے تو درحقیقت وہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا بھی انکار کر رہا ہے،قرآن کریم کا بھی انکار کر رہا ہے،اور نتیجتاً یہ شریعت کا ہی انکار ہے۔

نبی ﷺ نے جہاں اپنے بعد واقع ہونے والے تمام فتنوں سے امت کو آگاہ کیا وہیں اس فتنہ کا بھی خصوصی تذکرہ کیا کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو قرآن کی آڑ لے کر سنت رسول کا انکار کریں گے۔دوسری پیشین گوئیوں کی طرح نبی ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی صدفیصد سچ ثابت ہوئی،اور اس امت میں ایک عظیم فتنہ یہ رونما ہوا کہ مختلف اشخاص اور جماعتوں نے سنت رسول کا یا تو کلی انکار کر دیا یا استخفاف اور تشکیک کی راہ اپنائی۔ ہر زمانے میں ایسے منحرفین اور فتنہ پرور موجود رہے جن کا مشغلہ سنت رسول کا استخفاف واستہزا تھا۔ جہاں تک عصر حاضر کی بات ہے تو آج بھی ہمیں انکار سنت کی مختلف شکلیں متحرک اور سرگرم نظر آتی ہیں۔اس مختصر تحریر میں تمام شکلوں کا احاطہ ممکن تو نہیں البتہ اختصار کے ساتھ بعض جوانب قارئین کے سامنے لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

1۔ سنت رسول کو اصول شریعت میں قرآن کریم کے بعد ثانوی حیثیت عطا کرنا:

استخفافِ سنت کی جو مختلف شکلیں عصر حاضر میں رونما ہوئیں ان میں سے ایک شکل یہ تھی کہ بعض منحرفین نے اس بات کا خوب پرچار کیا کہ شریعت سازی میں حدیث رسول کا مقام ومرتبہ قرآن کریم کے بعد ہے۔قرآن کریم کے درجے میں نہیں۔ یہ درحقیقت سنت رسول کے استخفاف کی ایک شکل ہے۔

مشہور منحرف مفکر امین احسن اصلاحی، اور حمید الدین فراہی وغیرہ نے زور وشور کے ساتھ یہ فکر پیش کی ہے۔اس فکر کو اس قدر شہرت ملی کہ اچھے خاصے اہل حدیث حضرات بھی بسا اوقات یہی بات دہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب کہ سلف صالحین کا منہج یہ ہے کہ شریعت سازی میں قرآن وحدیث کا مرتبہ بالکل برابر ہے، حدیث کا مرتبہ قرآن سے ذرہ برابر کم نہیں۔ دونوں اللہ کی طرف سے وحی ہیں، اور بلا تقدیم وتاخیر اور بلا تفریق یکساں طور پر مصدر شریعت ہیں۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے الکفایہ (ص 8) میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے: "**بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْوِيَةِ بَيْنَ حُكْمِ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَحُكْمِ سَنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وُجُوبِ الْعَمَلِ وَلُزُومِ التَّكْلِيفِ**". اور اس میں سلف صالحین کا منہج بیان کیا ہے کہ دونوں بلا تفریق مدارج یکساں طور پر مصدر شریعت ہیں۔البتہ شرف اور نسبت کے اعتبار سے قرآن کا مقام سنت سے اوپر ہے، کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور حدیث گرچہ وحی ہے لیکن کلامِ الٰہی نہیں۔قرآن کی نسبت اللہ کی طرف ہے، اور حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف۔

2۔ سنت اور حدیث میں تفریق کرنا اور صرف سنت کو حجت قرار دینا، حدیث کو نہیں:

بعض مزعوم مفکرین کے یہاں انکار سنت کی ایک شکل یہ پائی جاتی ہے کہ وہ حدیث وسنت کے درمیان تفریق کرتے ہیں، اور صرف سنت رسول کو حجت مانتے ہیں، حدیث رسول کو نہیں۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ سنت وہ ہے جس پر نبی ﷺ نے بار بار عمل کیا ہو، جس پر محافظت برتی ہو۔لہٰذا سنت کی بنیاد احادیث

پر نہیں، امت کے عملی تواتر پر ہے۔ جس طرح قرآن تواتر سے ثابت ہے اسی طرح سنت بھی تواتر سے ثابت ہے۔ اس لیے اگر روایات سنت کے موافق ہو تو فبہا، ورنہ ترجیح سنت (یعنی عملی تواتر) کو حاصل ہوگی، اور حدیث کی کوئی توجیہ کی جائے گی، اور توجیہ نہ ہو سکے تو مجبوراً اسے چھوڑنا پڑے گا۔

یہ فکر کتنی خطرناک ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جن اعمال کو نبی ﷺ نے ایک دو بار انجام دیا ہو، انھیں یہ کہہ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے گا کہ یہ حدیث ہے، سنت نہیں۔

جب بھی کسی رائج بدعت پر نکیر کی جائے گی تو عملی تواتر کی بات کہہ کر اسے سنت ثابت کر دیا جائے گا۔

جب بھی کسی غلط طریقہ عبادت پر ٹوکا جائے گا اسے حدیث کہہ کر اور غلط عمل کو سنت کہہ کر رد کر دیا جائے گا۔ حالانکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود فقہی مذاہب میں عبادات کے طریقوں میں اس قدر اختلاف ہے تو عملی تواتر کون سا ہے جو سنت اور حجت ہے؟

ایک نماز ہی کی مثال لے لیں کہ دنیا کے کتنے خطوں میں اس کے کتنے طریقے رائج ہیں۔ آخر ان میں سے کون سا طریقہ سنت ہے جسے حدیث رسول پر فوقیت حاصل ہے؟ یہ در اصل انکار حدیث کی ہی ایک شکل ہے۔

3- حدیث کو صرف ایک تاریخی دستاویز قرار دینا:

راشد شاز، جاوید احمد غامدی اور سلیم جاوید وغیرہ نے انکار سنت کا یہی طریقہ اپنایا ہے۔ یہ حجیت حدیث کا صریح انکار ہے۔

ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ پھر وہ نماز، روزے، حج، زکات وغیرہ کی تفصیلات کہاں سے اخذ کرتے ہیں؟

اگر حدیث رسول کی حیثیت شرعی مصدر کی نہیں صرف تاریخی دستاویز کی ہے تو آخر کیونکر غزوہ تبوک کے موقع پر ان صحابہ کرام کو سزائیں دی گئیں جنھوں نے حکم رسول کی تعمیل میں کوتاہی کی تھی؟

کیا انھیں یہ سزا قرآن کی کسی صریح آیت کی مخالفت میں دی گئی تھی؟

کیا صحابہ کرام قرآن وحدیث کے مابین یہ تفریق کرتے تھے؟

بلکہ اللہ تعالی نے قرآن میں اسے منافقین کی صفات میں شمار کیا ہے جو قرآن وحدیث کے مابین تشریعی ناحیہ سے کوئی تفریق کرتے ہیں۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا﴾ [النساء:٦١]

4- حدیث رسول کو قرآن سے متعارض دکھا کر انکار کا راستہ اختیار کرنا:

محدثین نے تحقیق احادیث کے جو قواعد بیان کئے ہیں ان میں یہ نہیں ہے کہ کوئی حدیث بظاہر قرآن کے مخالف نظر آئے تو اس کے ثبوت کا انکار کر دیا جائے۔ کیونکہ اس اصول پر قرآن کا بھی انکار لازم آئے گا، کیونکہ اس کی بعض آیتیں بھی بعض آیتوں کے معارض نظر آئیں گی۔ لیکن بعض مزعوم مفکرین نے صحیح ترین احادیث کے متعلق شکوک وشبہات کے بیج بونے کا یہی طریقہ اپنایا۔ مثلا مولانا مودودی نے ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث کو اس لئے غیر مقبول قرار دیا کیونکہ وہ قرآن کی آیت **"وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا"** کے بظاہر متعارض تھی۔ حالانکہ دو کذبات کا تذکرہ تو خود قرآن مجید

میں آیا ہوا ہے۔

پہلا : ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۞ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ﴾ [الصافات:۸۸-۸۹]

اور دوسرا: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ﴾ [الانبیاء:۶۳]

5- حدیث رسول کو باہم متعارض دکھا کر انکار کا راستہ اختیار کرنا:

یہی بات قرآن کے سلسلے میں بھی کہی جاسکتی ہے، وہاں بھی بعض آیتیں بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہیں تو کیا اسی بنیاد پر قرآن کا بھی انکار کیا جائے گا؟ حالانکہ سچ یہ ہے کہ کتاب وسنت میں کہیں کوئی تعارض نہیں، یہ بس ہمارے فہم کا قصور ہے۔

علما نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کر کے ثابت کیا ہے کہ احادیث باہم متعارض نہیں، ان کے مابین جمع وتطبیق ممکن ہے۔

6- صحابہ کرام کی عدالت پر کلام کرنا:

جس کے نتیجے میں پوری ذخیرہ سنت ہی مشکوک ہوجاتی ہے، کیونکہ تمام احادیث انھیں کے طریق سے مروی ہیں:

صحابہ کرام کی عدالت پر کلام کرنا یہ روافض کا طریقہ رہا ہے۔ پوری امت میں روافض کے علاوہ اور کسی فرقے میں یہ ناپاک جراثیم نہیں پائے جاتے تھے، اہل سنت میں تو بالکل نہیں۔

جماعت اسلامی وہ گمراہ جماعت ہے جو اپنے آپ کو اہل سنت کی طرف منسوب کرتی ہے اور صحابہ کرام کے ناموس پر حملے بھی کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرام کی عدالت ہی مجروح ہوگئی تو ان کے طریق سے سنت کا جو ذخیرہ منقول ہوگا وہ کیسے پایہ اعتبار کو پہنچ سکتا ہے۔

اس باطل فکر پر ایک مستقل مضمون میں میں نے بالتفصیل رد لکھا ہے جو کہ فری لانسر میں شائع شدہ ہے۔

7- تجربات کی بنیاد پر احادیث کا انکار کرنا:

مثلا یاجوج وماجوج اور دجال کے متعلق حدیث جساسہ کو یہ کہہ کر غیر معتبر قرار دینا کہ جدید سائنس نے کائنات کے چپے چپے کی دریافت کر لی ہے، اگر یاجوج ماجوج اور دجال کہیں موجود ہوتے تو ان کا پتہ لگ جاتا۔

حالانکہ سائنس داں خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے سمندر کا صرف پانچ فیصد ہی اب تک انکشاف کر پایا ہے۔ یعنی باقی پچانوے فیصد میں کیا کچھ موجود ہے ہمیں اس کا علم ہی نہیں۔ اسی سے مولانا مودودی اور مولانا وحید الدین خان وغیرہ کے اس شبہے کی پول کھل جاتی ہے کہ یہ کتنا پھسپھسا اعتراض ہے۔

نیز یاجوج وماجوج کا ذکر فقط حدیث میں نہیں قرآن میں بھی سورہ کہف میں آیا ہوا ہے، تو کیا اسی بنیاد کی بنا پر قرآن کا بھی انکار کر دیا جائے گا؟

8- نئے اصول وقواعد وضع کر کے انکار سنت کا راستہ ہموار کرنا:

احناف کے یہاں ابھی حال ہی میں اس طرح کی بعض کوششیں ہوئی ہیں۔ عبد المجید الترکمانی نے ایک کتاب لکھی ہے "دراسات فی اصول الحدیث علی منہج الحنفیۃ" جس میں ان احادیث کو نئے قواعد وضع کر کے فقہ حنفی کے مطابق قبول یا رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کی وجہ سے زمانے سے احناف کو مطعون کیا جاتا تھا۔

9- علوم حدیث کا سہارا لے کر بعض ثابت شدہ احادیث کو ضعیف قرار دینا، تاکہ ان کا نام منکرین سنت میں نہ آجائے:

جیسے کہ قرضاوی وغیرہ نے عورتوں کی سیادت وقیادت والی

حدیث کوضعیف کہنے کی کوشش کی ہے۔

اخوانیوں نے صحیح مسلم کی اطاعت امیر والی حدیث کوضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

محمود سعید ممدوح نے علامہ البانی کے رد میں اپنی کتابوں میں یہی طریقہ اپنایا ہے۔

10۔ عقل کی کسوٹی پر پورا نہ اترنے کی بنا پر صحیح احادیث کا انکار کردینا:

اس کی فہرست بڑی لمبی ہے۔ معاصرین میں سر سید احمد خان اس میدان کے سرخیل شمار ہوتے ہیں۔ بے شمار ثوابت اور اصول ایمان کا انھوں نے صرف اس بنا پر انکار کردیا ہے کیونکہ وہ عقل کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتے، گرچہ اس کی دلیلیں قرآن کی آیات اور صحیحین کی احادیث میں موجود ہوں۔ مثلاً: فرشتوں کا انکار، شفاعت کا انکار، پل صراط کا انکار، جنت وجہنم کا انکار، عذاب قبر کا انکار، امام مہدی کا انکار، معجزہ شق قمر کا انکار، بلکہ نبی ﷺ کے معجزات کا بالکلیہ انکار، وغیرہ۔

یہ وہ مسائل ہیں جن پر سلف صالحین کا اجماع ہے، اور جن کے انکار کی وجہ سے صرف صحیح احادیث کا ہی نہیں آیات قرآنی کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ اس لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو منکر سنت ہوتا ہے وہ منکر قرآن بھی ہوتا ہے۔

مولانا وحید الدین خان کا دجال اور علامات قیامت کے متعلق بھی یہی نظریہ ہے، یعنی عقل کی کسوٹی پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے اس کی من مانی تاویل کرنا جس سے صحیح احادیث کا انکار لازم آتا ہو۔

11۔ احادیث کی تصحیح کو محدثین کا محض اجتہاد اور زعم باور کرانا:

علامہ شبلی نعمانی نے انکار سنت کے اس طریقے کو اپنی کتابوں میں خوب ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”جس طرح ایک فقیہ کسی مسئلہ کو قرآن یا حدیث سے استنباط کرکے اپنی دانست میں صحیح سمجھتا ہے اور اس کی صحت یقینی نہیں ہوتی کیوں کہ استنباط میں جن مقدمات سے اس نے کام لیا ہے، اکثر اس کے ظنیات ہیں۔ اسی طرح حدیث کا حال ہے، کسی حدیث کو صحیح کہنا محدث کے ظنیات واجتہادات پر مبنی ہے۔ ایک محدث یا چند محدثین نے کسی حدیث کو اگر صحیح کہا ہے اور دوسرا شخص اس کی صحت نہیں تسلیم کرتا تو وہ صرف اس ”گناہ“ کا مجرم ہے کہ اس محدث یا محدثین کے اصولِ تحقیق، قواعدِ استنباط، طریقِ روایت، غرض ان کے اجتہادات اور مزعومات کا مخالف ہے“۔ انتہی کلامہ۔

یہاں انھوں نے جس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیث صحیحہ کے منکر کو محض محدثین کے اجتہادات ومزعومات کا منکر کہا ہے خود ان کے کلام میں اس کی تردید موجود ہے۔

ایک فقیہ جن مسائل کے متعلق قرآن یا حدیث سے استنباط کرکے اپنی دانست میں شرعی حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صحیح ہے، اور یہ باطل، یہ جائز ہے، اور یہ ناجائز، یہ واجب ہے اور یہ حرام، تو وہ تمام مسائل یکساں نہیں ہوتے۔ ان میں سے بعض مجمع علیہ ہوتے ہیں، اور بعض مختلف فیہ۔ مختلف فیہ مسائل میں سے بھی بعض میں دلائل اتنے واضح ہوتے ہیں کہ متلاشی حق کے لئے درست نتیجے تک پہنچنا مشکل نہیں ہوتا۔ جبکہ بعض مسائل کے مابین ترجیح بہت مشکل ہوتی ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ وضو نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے تو اس کی یہ بات ہر ایک کے نزدیک مردود ہوگی، کیونکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں پوری امت کا اجماع ہے، آپ کو ان سے الگ رائے قائم کرنے کی اجازت ہی نہیں۔

اسی طرح بے شمار احادیث کا معاملہ ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک بالاجماع صحیح ہیں جیسے کہ صحیحین کی روایات، ان کی قبولیت پر پوری امت کا اجماع ہے، یا بالاجماع باطل ہیں جیسے کہ بے شمار موضوع روایات جن کے باطل ہونے پر کوئی اختلاف نہیں۔ ان احادیث میں آپ کو کوئی الگ رائے قائم کرنے کی اجازت ہی نہیں جس طرح کہ مجمع علیہ فقہی مسائل میں اجازت نہیں۔

رہیں وہ بعض احادیث جن کے مابین محدثین کے نزدیک اختلاف ہے تو وہ بھی فقہی مسائل کی طرح دوطرح کے ہیں، بعض میں دلائل کی بنیاد پر ترجیح واضح اور بین ہے، متلاشی حق کے لئے صحیح نتیجے تک پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں۔ جب کہ بعض احادیث کے درمیان ترجیح بہت مشکل ہے۔

محدثین کرام نے شرعی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے استقرا کے بعد یہ قواعد وضوابط وضع کئے ہیں۔ خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے یہ قواعد وضع نہیں کئے گئے کہ ہر کوئی اسے قبول یا رد کرنے میں آزاد ہو، اگر کوئی ان سے اختلاف کرنا چاہے تو ان کے اصول پر چلتے ہوئے ہی اسے اختلاف کا حق حاصل ہوگا۔ اور خود اسے اس فن میں وہ مقام حاصل کرنا ہوگا جس کے بعد اسے اس میں کلام کی اجازت ہو۔

اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ جو حدیث تمام محدثین کے نزدیک بالاجماع صحیح ہو آج کوئی ایسا اصول وضع کرے جس سے اسے ضعیف ثابت کیا جا سکے، یا اس کے برعکس جو ان کے نزدیک بالاجماع باطل ہو آج کوئی کسی نئے اصول کے تحت اسے صحیح ثابت کر سکے۔

اس لئے یہاں "اجتہادات ومزعومات" سے اختلاف کا معاملہ بالکل نہیں ہے، بلکہ قطعی حقائق کے انکار کا معاملہ ہے، وہ بھی بلا معتبر دلیل۔

12۔ قیاس کے مخالف ہونے کی بنا پر احادیث کو قابل حجت نہ ماننا:

مقلدین احناف کے یہاں یہ بیماری بہت پائی جاتی ہے۔ دراصل یہ باطل فکر قدیم زمانے سے موجود ہے۔ زمانہ قدیم میں معتزلہ نے ایک ایسی بدعت کی ایجاد کی تھی جو ان سے پہلے امت کے اندر موجود نہ تھی۔ وہ ہے قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں بعض صحابہ کرام کی روایتوں کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ وہ فقیہ نہیں تھے۔ قاضی عیسی بن ابان المعتزلی اس کے علمبردار تھے۔ انکار سنت کی یہ شکل آج بھی موجود ہے۔ متاخرین احناف کے یہاں یہ فاسد اصول خوب رواج پایا اور حدیث مصراۃ وحدیث عرایا وغیرہ کو بے دردی کے ساتھ اس اصول کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

13۔ اپنی طرف سے حدیث گھڑ کر نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دینا:

یہ گرچہ انکار سنت نہیں لیکن سنت کے اندر دخل اندازی ضرور ہے۔ اور جس طرح انکار سنت فتنہ ہے اسی طرح دخل اندازی بھی فتنہ ہے۔

اس ناپاک عمل کے مختلف اسباب میں سے ایک اہم سبب کسی تقلیدی مذہب کی نصرت وتائید ہے۔

تقلید کا مرض اتنا خطرناک ہے کہ ایک مقلد سے جو کچھ کرا لے کم ہے۔ تقلیدی بیڑیوں میں گرفتار بہت سے اہل علم نصوص کتاب وسنت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور تحریف وتبدیل کرنے تک سے باز نہ آئے۔

انھیں میں سے ایک مثال شیخ حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق سے چھپی مسند حمیدی میں موجود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نماز میں رفع یدین والی حدیث ہے۔ یہ کتاب اس سے پہلے دار الکتب الظاہریہ سے چھپ چکی ہے۔ اس میں اس کے الفاظ اس طرح ہیں: "رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه، وإذا أراد أن يركع، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع، ولا يرفع بين السجدتين"۔ یہی حدیث حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق سے مطبوع نسخے میں اس طرح ہے: "رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين"۔ اس پر انھوں نے لمبا نوٹ بھی چڑھایا ہے اور کہا ہے کہ کسی محدث نے اس روایت کے متعلق کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ الفاظ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں ہی نہیں، یہ محض تحریف کا نتیجہ ہے۔ شیخ صلاح الدین مقبول حفظہ اللہ نے زوابع فی وجہ السنہ میں متعدد دلائل سے اس کا محرَّف ہونا ثابت کیا ہے۔

مقلدین کے یہاں انکار سنت اور حدیث رسول کے ساتھ کھلواڑ کا ایک طریقہ یہ پایا جاتا ہے کہ ایک ہی حدیث کا بعض ٹکڑا اگر ان کے مذہب کی موافقت کر رہا ہے تو اسے قابل حجت مانتے ہیں، اور اسی کے دوسرے ٹکڑے سے ان کے مذہب کی مخالفت ہو رہی ہو تو اسے قابل حجت نہیں مانتے۔

14- افادۂ ظنیت کی آڑ لے کر سنت کا انکار کرنا:

تقریباً تمام منکرین سنت میں مشترک طور پر یہ بیماری موجود رہی ہے۔ شاید ہی کہ کوئی منکر سنت ہو جس نے انکار سنت کا یہ راستہ نہ اپنایا ہو۔

اسی وجہ سے اس فکر کی تردید میں علما نے کافی کچھ لکھا ہے۔

انکار سنت کی چند موجودہ شکلوں کے بیان کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معاصرین میں انکار سنت کے بعض علمبرداروں کا مختصراً ذکر کر دیا جائے:

معاصرین میں جن حضرات نے انکار سنت کا علم بلند کیا ہے ان میں عالم عرب میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:

محمد عبدہ: یہ عقیدے کے باب میں خبر واحد کی حجیت کے منکر ہیں۔ اسلام کے دفاع کے لیے کتاب وسنت کو نہیں بلکہ عقل ومنطق کو سب سے بہترین ہتھیار قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد امین: "فجر الاسلام"، "ضحیٰ الاسلام"، اور "ظہر الاسلام" نامی لٹریچرس کے مصنف۔ علم وتحقیق کے نام پر مستشرقین کے شبہات کو ان کا نام لیے بغیر اپنی طرف سے پیش کر کے سنت پر رسول پر یلغار کرتے ہیں، اور خصوصاً صحیح بخاری کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

اسماعیل ادہم: مستشرقین سے متاثر ہیں، آزادیٔ رائے کے نام پر احمد امین وغیرہ کی طرح سنت پر بالعموم اور صحیحین پر بالخصوص شکوک وشبہات کی بیج بوتے ہیں۔

حسین احمد امین: انکار سنت میں اپنے باپ احمد امین سے بھی دو قدم آگے۔ نماز کی فرضیت، حجاب، اور چور کا ہاتھ کاٹنے جیسے متعدد اجماعی مسائل کے منکر ہیں۔

محمود ابوریہ: یہ بندہ نہایت ہی خبیث قسم کا منکرِ حدیث ہے۔ صحابہ کرام پر بالعموم اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر بالخصوص سب وشتم کرتا ہے۔ اس نے اپنی دوز ہر آلود کتابوں میں صحابہ کرام اور

سنت رسول پر طعن وتشنیع کی تمام حدیں پار کردیں، جن کے نام ہیں: "شیخ المضیرۃ أبو ہریرۃ" اور "أضواء علی السنۃ المحمدیۃ"۔ اس خبیث کو معتزلہ، شیعہ، اور مستشرقین کی خباثتوں کا معجون مرکب کہا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان فرقوں کی جانب سے اس کی خوب آو بھگت ہوئی، اور انھوں نے ان کتب کے بے شمار نسخے چھپوا کر تقسیم کیے۔

سید صالح ابو بکر: "**الأضواء القرآنية في اكتساح الأحاديث الإسرائيلية وتطهير البخاري منها**" نامی ایک کتاب تصنیف کی اور اس میں یہ دعوی کیا کہ صحیح بخاری میں سو ایسی احادیث ہیں جو یہود کی طرف سے وضع کردہ ہیں۔ اس کا سب سے اہم مرجع ابو ریہ کی کتاب "**أضواء على السنة المحمدية**" ہے۔

احمد ذکی ابوشادی: یہ عقل کو بنیاد بنا کر سنتِ رسول کا انکار کرتے ہیں۔

محمد غزالی: یہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے فقہ السیرہ، ہموم داعیہ، قذائف الحق اور السنۃ النبویہ بین اہل الفقہ واہل الحدیث ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ان تمام کتب میں انھوں نے استخفافِ سنت کا راستہ اپنایا، اور دعوتی میدان میں مصلحت اور سیاست کے نام پر بہت ساری احادیث پر انگشت نمائی کی۔ احادیث کی ردو قبولیت کا معیار اپنے فہم دین کو قرار دیا۔ اور برملا یہ اظہار کیا کہ حدیثِ ذُباب کے سلسلے میں علمائے حشرات اگر حدیث کی موافقت کریں تو وہ قابل قبول ہے ورنہ نہیں۔ عورت اور مرد کی گواہی میں فرق کا مذاق اڑایا۔ عقیدے کے باب میں اخبار آحاد کی حجیت کا انکار کیا۔

سعید الحوی: حدیث رسول میں رخنہ اندازی کا ایک طریقہ انھوں نے یہ نکالا ہے کہ ضعیف وموضوع روایات کو بھی یہ احتمال پیدا کر کے صحیح کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بہت ساری کتابیں بغداد واندلس کے حوادث میں ضائع ہوگئی ہیں، اگر وہ کتابیں موجود ہوتیں تو ہوسکتا ہے ان میں ایسی اسانید ہوتیں جن کی بنا پر ان احادیث کا حکم دوسرا ہوتا۔ چنانچہ اسی کو بنیاد بنا کر یہ کسی ایک مذہب کی تقلید کو ہر شخص پر واجب قرار دیتے ہیں، اور یہ تصور دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ تقلیدی مذاہب کی تمام ادلہ صحیح ہیں۔

واضح رہے کہ سعید الحوی کا یہ کوئی نیا شبہہ نہیں ہے، اور زمانۂ قدیم سے علمانے اس کا مدلل جواب دیا ہے۔

جہاں تک برصغیر ہندو پاک کے منکرین سنت یا متشککین کی بات ہے تو ان کی فہرست کافی طویل ہے۔ جن میں سے بعض نام یہ ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی، سرسید احمد خان، چراغ علی، عبداللہ چکڑالوی، محب الحق عظیم آبادی، نذیر احمد دہلوی، احمد دین امرتسری، عنایت اللہ مشرقی، قاضی محمد شفیع، اسلم جیراجپوری، غلام احمد پرویز، شبلی نعمانی، علامہ اقبال، حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی، ابوالاعلی مودودی، قاری حنیف ڈار، راشد شاز، اور جاوید احمد غامدی، وغیرہ۔

وہیں بعض جمعیات اور ادارے مستقل طور پر اسی ناپاک کام میں سرگرم ہیں، ان کا مشغلہ ہی عوام کے ذہن میں حدیث رسول کی ہیبت اور حجیت کو تار تار کرنا ہے۔ مثلا: جمعیت اہل القرآن (مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز اس کا بانی ہے)، اہل الذکر والقرآن گروپ، امت مسلمہ گروپ، تحریک تعمیر انسانیت، اور طلوع اسلام۔

برصغیر کے منکرین سنت کا تذکرہ کیا جائے اور مولانا مودودی

کا نام نہ لیا جائے تو ناانصافی ہوگی۔

مولانا مودودی کو گرچہ صریح منکر سنت نہ کہا جائے لیکن ان کا شمار متشککین میں ضرور ہوتا ہے، انھوں نے صراحت کے ساتھ تو سنت کا انکار نہیں کیا ہے لیکن منکرین سنت کے لیے راستہ ضرور ہموار کیا۔ اس باب میں ان کے انحراف کی بنیادی وجہ اس فن سے کما حقہ متعارف نہ ہونے کے باوجود بیجا دخل اندازی ہے۔ انھوں نے علی الاعلان صراحت کے ساتھ تو انکار سنت کا راستہ نہیں اپنایا لیکن اپنے مختلف مقالات وکتب (خصوصا تفہیمات میں "مسلک اعتدال" کے نام سے موجود مقالے) میں سنت رسول اور محدثین کے جہود کے متعلق ایسے ایسے اشکالات اور اعتراضات کیے جو درحقیقت منکرین سنت کے اعتراضات ہیں۔ بغیر کسی اصول وضابطے کی پابندی کے ان کے منہج پر تنقیدیں کرتے رہے، ذوق وعقل کو ہی احادیث کی رد وقبولیت کا معیار بنایا۔ ان پر درایت کو نظر انداز کر کے روایت پر پورا اعتماد کرنے کی الزام تراشی کی۔ اپنے ذوق وعقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے صحیحین کی بعض احادیث (مثلاً: ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث، سلیمان علیہ السلام کی ایک ہی رات نوے بیویوں سے مجامعت والی حدیث، اور دجال کے مقید ہونے کے متعلق خبر دینے والی حدیث۔ جو حدیث جَسَّاسَہ کے نام سے مشہور ہے۔) کے متعلق تشکیک کا راستہ اپنایا جو بعد میں منکرین سنت کے لیے نظیر بنا۔ خبر واحد کی ظنیت کا راگ الاپتے رہے اور پورے ذخیرۂ سنت کو ہی ایک طرح سے مشکوک کر ڈالا۔ الغرض منکرین سنت کے لیے چور دروازہ فراہم کرنے اور شک وشبہے کا بیج بونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہی وجہ ہے کہ ان حلقوں میں ان کی خوب پذیرائی ہوئی اور غلام احمد پرویز وغیرہ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا، بلکہ یہاں تک دعوی کیا کہ انکار حدیث کے باب میں ہمارا اور مولانا مودودی کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ بلاشبہ ان کا یہ دعوی جھوٹا ہے، لیکن انھیں یہ کہنے کی ہمت اسی لیے ہوئی کیونکہ محدثین کی کاوشوں کا مولانا مودودی کے نزدیک کیا مقام ہے وہ اسے اچھی طرح دیکھ چکے تھے۔

مولانا مودودی کے بعد امین احسن اصلاحی کا نام لینا مناسب ہوگا۔ ایک زمانے میں جماعت اسلامی میں مولانا مودودی کے بعد انھی کا دوسرا مقام تھا، پھر بعد میں جماعت سے الگ ہو گئے۔ انھوں نے بھی حدیث کی رد وقبولیت کا معیار محدثین کے وضع کردہ اصول نہیں بلکہ عقل اور ذوق کو قرار دیا، اور اپنے زعم کے مطابق عقل اور ذوق کے مخالف ہونے کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث، قصہ غرانیق والی حدیث، اور موسی علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنے والی حدیث کا انکار کیا۔

آخر میں بطور تنبیہ ایک چیز ذکر کرنا چاہوں گا، وہ یہ کہ حدیث رسول کے متعلق ایک نیا فتنہ جو بہت زور وشور سے سر اٹھا رہا ہے وہ ہے "بردرس کا اس میدان میں کودنا"۔ چنانچہ آج بہت سارے بردرس ایسے ہیں جو سوشل میڈیا میں احادیث کی تحقیق وتخریج میں سرگرم ہیں، اور علم کی کمی کی وجہ سے ایسی تحقیقات پیش کرتے ہیں جو اہل علم کے مابین کافی مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔ حقیقت میں یہ اس مبارک علم اور فن کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں، جن میں سے بعض کا میں نے اپنے فیس بک پیج سے پوسٹ مارٹم کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اس فتنے سے محفوظ رکھے، نیز اس کا قلع قمع کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

حقوقِ نسواں

اسلام اور عورت کا تحفّظ

● **شیخ اسعد اعظمی** (استاد جامعہ سلفیہ بنارس)

مرد اور عورت انسانی معاشرے کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، انسانی آبادی ذکور واناث یا خواتین وحضرات کے مجموعے کا نام ہے۔دونوں میں سے کسی ایک کے بغیر اس آبادی اور اس معاشرے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔البتہ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ مرد اور عورت دو الگ الگ صنفیں ہیں، خالق کائنات نے دونوں کے اندر ظاہری اور جسمانی اعتبار سے بہت کچھ فرق رکھا ہے اور معنوی اعتبار سے بھی۔اس لیے دونوں کی ضروریات اور دونوں کے مسائل الگ الگ ہیں۔مذہب اسلام نے عورتوں کو ان کا جائز مقام دیا ہے، اور انھیں انسانی معاشرے کا ایک اہم جز وحصہ مانا ہے، عورت خواہ بیٹی کے روپ میں ہو یا بیوی کے روپ میں، ماں کی شکل میں ہو یا بہن کے۔سب کے حقوق متعین کیے ہیں، قرآن کریم میں ایک سورہ کا نام سورہ نساء (سورہ خواتین) ہے، ایک سورہ ''سورہ مریم'' کے نام سے ہے۔اس کے علاوہ متعدد سورتوں میں ان کے احکام اور متعلقہ حقوق وواجبات پر گفتگو موجود ہے۔

عورتوں کی عفت وعصمت ان کی وہ بیش بہا پونجی ہے جس کی حفاظت کا غیر معمولی اہتمام ہر معاشرے، ہر مذہب اور ہر دور میں ہوتا آرہا ہے، سوائے چند اباحیت پسندوں اور غیر فطری رجحانات کے حامل لوگوں کے، جو عورت کو کھلونا، سامان تعیش اور خواہشات کا غلام سمجھتے ہیں۔

اسلام نے خواتین کی عفت وعصمت کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ایک مکمل نظام دیا ہے جس کی رعایت اور پابندی ہی کے ذریعہ وہ اپنی اس متاع عزیز کو محفوظ رکھ سکیں گی اور عزت ووقار کی زندگی گزار سکیں گی۔

اسلام نے عورتوں کو کسب معاش اور روزی روٹی کی فکر سے آزاد رکھا ہے اور یہ ذمہ داری مردوں کے سر ڈالی ہے، عورت کے ذمہ گھر کے اندر کا نظام چلانا، اور بچوں کی نگہداشت اور تربیت وغیرہ کا کام سنبھالنا ہے، اسے گھر کی ملکہ بنایا گیا ہے، اب اسلام اس سے یہ چاہتا ہے کہ وہ گھر کے اندر ہی اپنا وقت گزارے، اہم ضرورت کے بغیر باہر جانے سے پرہیز کرے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَرۡنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ [الاحزاب:۳۳]

''تم اپنے گھروں میں جمی رہو''۔

البتہ اسلام عورتوں کو بوقت ضرورت گھر سے باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا ہاں اس کے لیے کچھ آداب وضوابط متعین کرتا ہے، جن کی رعایت گھر کے باہر نکلتے وقت اسے کرنا چاہیے تاکہ وہ ہر طرح سے محفوظ رہ سکے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا

خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ‘‘(ترمذی-صحیح الجامع:۶۶۹۰)

’’یعنی عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے،وہ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک جھانک شروع کر دیتا ہے‘‘۔

لہٰذا شیطان اور شیطان نما انسانوں سے اپنے آپ کو بچانے کی اسے فکر کرنی چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سلسلے میں کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے جو عورت کی حفاظت کے سلسلے میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ عورت خوشبو لگا کر ہرگز باہر نہ نکلے، کیونکہ خوشبو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سبب بنتی ہے۔ حدیث رسول میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

’’اَيُّمَا امْرَاَةٍاِسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ،وَكُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ‘‘.

(احمد،نسائی-صحیح الجامع:۲۷۰۱)

’’جو عورت خوشبو لگا کر باہر نکلے اور پھر لوگوں کے پاس سے گزرے تا کہ لوگ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں تو وہ عورت زانیہ وبدکار ہے اور ہر دیکھنے والی آنکھ بھی زنا کار ہے۔

حتیٰ کہ مسجد کے لیے بھی خوشبو لگا کر جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے، بلکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ خوشبو لگا کر مسجد جانے والی عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وہ غسل نہ کر لے۔(ابن ماجہ-صحیح الجامع:۲۷۰۳)

اسی طرح آپ نے گھر سے باہر کسی اور جگہ عورت کو اپنا کپڑا اتارنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر کوئی عورت ایسا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے پردہ کر دے گا۔(احمد،حاکم-صحیح الجامع: ۲۷۰۸)

آپ ﷺ نے گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کو یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ وہ بیچ راستے میں نہ چلا کریں بلکہ راستہ کے ایک طرف چلیں،تا کہ مرد وزن میں اختلاط نہ ہو۔(ابوداود-صحیح الجامع:۹۲۹)

عورتوں کو اگر کسی اجنبی مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے یا خود راستہ چلتے وقت عورتوں کو کسی ضرورت سے آپس میں بھی بات کرنا ہو تو ایسا لب ولہجہ اختیار کریں کہ نرمی اور لطافت کی جگہ قدرے سختی اور روکھا پن ہو تا کہ کوئی بد باطن لہجے کی نرمی کی وجہ سے ان کی طرف مائل ہونے کی بات نہ سوچے اور نہ اس کے دل میں برا خیال پیدا ہو۔ کیونکہ عورتوں کی آواز میں بھی فطری طور پر دلکشی، نرمی اور نزاکت ہوتی ہے جو مردوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات (رسول اللہ ﷺ کی بیویوں) کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:﴿يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّۚ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِي فِي قَلۡبِهِۦ مَرَضٞ وَقُلۡنَ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗا﴾ [الاحزاب:۳۲] ’’اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی (برا) خیال کرے، اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو‘‘۔

مرد اور عورت دونوں کو جنسی بے راہ روی سے محفوظ رکھنے کے لیے دونوں کو یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کے سامنے اپنی

نگاہیں نیچی رکھیں، یعنی نظارہ بازی سے پرہیز کریں، کیونکہ نظارہ بازی کا تعلق براہ راست شرمگاہ کی حفاظت سے ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں صاف لفظوں میں بیان کردیا گیا ہے:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾[النور:۳۰-۳۱]

''اے نبی مسلمان مردوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ سب سے خبردار ہے۔ اور مسلمان عورتوں سے بھی کہیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں''۔

اس آیت میں آگے زیب وزینت سے اظہار سے بھی عورتوں کو منع کیا گیا ہے اور کامل پردہ اور ساتر لباس کی تاکید کی گئی ہے۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں بھی عورتوں کو پردہ کی تاکید کی گئی ہے اور اسے ان کے تحفظ کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے گھر سے باہر نکلتے وقت عورت کو ساتر لباس اور کامل پردہ میں رہنا ضروری ہے۔ اس بات کا خیال رہے کہ بھڑکیلا اور جاذب نظر لباس اور برقع ونقاب پردہ کے مقصد کو پورا نہیں کرتا بلکہ الٹے وہ لوگوں کو عورتوں کی طرف متوجہ کراتا ہے۔ لباس کے تعلق سے یہ بھی خیال رہے کہ وہ اتنا باریک یا تنگ نہ ہو کہ اس سے اعضائے جسمانی جھلکتے ہوں یا ان کا نشیب وفراز نمایاں ہو، ایسا لباس استعمال کرنے والی عورتوں کے بارے میں حدیث میں کہا گیا ہے کہ انہیں جنت کی ہوا تک نہ لگے گی۔

سورہ نور کی آیت نمبر (۳۱) میں ایک ہدایت عورتوں کو یہ بھی کی گئی ہے کہ: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾[النور:۳۱]

یعنی عورتیں زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہوجائے، یعنی پازیب وغیرہ کی جھنکار سے بھی وہ مردوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کریں۔

لباس کے تعلق سے ایک ہدایت عورتوں کو یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ مردوں جیسا لباس نہ پہنیں، اور مردوں کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ زنانہ لباس پہننے سے بچیں، حدیث میں ہے کہ:

''لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ، وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ''(ابوداود بسند صحیح)

یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں جیسا لباس پہنتا ہے، اور ایسی عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہے۔

بلکہ بخاری کی حدیث میں تو مرد وزن میں سے ہر ایک کو دوسرے کی کسی بھی طرح کی مشابہت اختیار کرنے پر لعنت بھیجی گئی ہے، یعنی وہ مشابہت چاہے لباس وپوشاک میں ہو، وضع قطع میں ہو، بات چیت میں ہو۔ مرد کو مرد کی طرح اور عورت کو عورت ہی کی طرح رہنا چاہیے۔

ایک تنبیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ دو اجنبی مرد اور عورت کبھی ایسی جگہ اکٹھا نہ ہوں جہاں کوئی تیسرا نہ ہو، لہٰذا عورت تنہا کسی ایسے گھر، دوکان اور سواری وغیرہ پر نہ جائے جہاں کوئی غیر محرم مرد تنہا

ہو، کیوں کہ ایسی صورت میں شیطان دونوں کو بہکا سکتا ہے اور عورت کی عفت وعصمت خطرے میں پڑسکتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:''لَا يَخْلُوَنَّ اَحَدُكُمْ بِامْرَاَةٍ اِلَّا مَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ''.(بخاری ومسلم)

''کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، الا یہ کہ اس عورت کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار ہو''۔

محرم سے مراد شوہر کے علاوہ عورت کے وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن سے اس کا کبھی نکاح نہیں ہوسکتا، جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا وغیرہ۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے مردوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے:''اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ''.(بخاری ومسلم)

تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے گریز کرو۔ایک انصاری آدمی نے سوال کیا کہ شوہر کے قریبی رشتہ دار (جیسے دیور وغیرہ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: شوہر کا قرابت دار تو موت ہے۔

''حمو'' شوہر کے قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں، جیسے: دیور، جیٹھ، شوہر کا بھتیجا، چچازاد بھائی وغیرہ۔

عام طور سے عورتیں ان سے پردہ نہیں کرتیں اور ان لوگوں کی بلا روک ٹوک گھروں میں آمدورفت رہتی ہے جس کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہونے کے امکانات زیادہ رہتے ہیں، اس لیے انہیں موت کہا گیا ہے۔افسوس کہ یہ وبا بہت عام ہے اور اس کی وجہ سے اکثر دلخراش اور حیا سوز خبریں آتی رہتی ہیں۔

آخر میں ایک بار پھر بطور خلاصہ ان آداب واحکام کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے جن کی خواتین کو رعایت کرنی چاہیے۔

خواتین کو چاہیے کہ بلاضرورت شدیدہ باہر نکلنے سے پرہیز کریں۔خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔ بیچ راستے میں مردوں میں خلط ملط ہوکر نہ چلا کریں۔دوسروں سے ناز ونزاکت کے لہجے میں بات نہ کیا کریں۔نگاہیں نیچی رکھیں۔پاؤں زمین پر پٹختے ہوئے نہ چلیں۔اپنی زیب وزینت کو ظاہر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ باریک اور تنگ لباس سے پرہیز کریں۔کامل پردہ میں ہی باہر نکلیں۔بھڑکیلے اور جاذب نظر لباس ونقاب سے بچیں۔لباس وپوشاک اور دیگر چیزوں میں مردوں کی مشابہت نہ اختیار کریں۔اکیلی ادھر ادھر نہ جایا کریں، نہ اپنے گھروں میں غیر محرموں کو داخل ہونے دیں۔

ان تعلیمات پر عمل کرکے ہی خواتین کی حفاظت ممکن ہے اور ان تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ آج آنکھوں کے سامنے ہے، اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ ایسے واقعات وحوادث سے بھرے پڑے رہتے ہیں جن میں خواتین کی آبرو پر ڈاکہ ڈالنے، ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے اور بسا اوقات ان کی عفت وعصمت تار تار کرنے کے بعد موت کے گھاٹ اتارنے کا تذکرہ ہوتا ہے۔ ان میں سے بیشتر واقعات میں خواتین کی لاپرواہی، عریانیت اور بے جا آزادی کا سبب عیاں رہتا ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں ہر برے نتیجے سے محفوظ رکھے۔آمین

ردِ بدعات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوم پیدائش کا جشن منانا

● تحریر: ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف القحطانی رحمہ اللہ ● ترجمہ: شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

یوم پیدائش کا جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، جسے سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں نے ایجاد کیا، اہل علم ہر زمانہ میں اس بدعت کے بطلان کی وضاحت اور اس کے موجد اور اس پر عمل کرنے والوں کی تردید کرتے رہے، چنانچہ مندرجہ ذیل دلائل و براہین کی روشنی میں کسی کی یوم ولادت کا جشن منانا جائز نہیں:

۱۔ یوم پیدائش کا جشن منانا دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مشروع نہیں فرمایا، نہ اپنے قول سے، نہ اپنے فعل سے اور نہ ہی اپنی تقریر سے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہمارے رہبر اور امام ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ﴾ [الحشر:۷]

''جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ''۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا﴾ [الاحزاب:۲۱]

''یقینا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے''۔

نیز نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''. (بخاری:۲۶۹۷، مسلم:۱۷۱۸)

''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے''۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم پیدائش کا جشن نہ منایا، اور نہ ہی اس کی دعوت دی، جب کہ وہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کے سب سے افضل لوگ تھے، خلفائے راشدین کی بابت رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ من بعدي، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ''. (ابوداود:۴۶۰۷، وترمذی:۲۶۷۶)

''میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو، اسے دانتوں سے مضبوط جکڑ لو، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

۳- یوم پیدائش کا جشن منانا جادۂ حق سے منحرف گمراہوں کا طور طریقہ ہے، کیونکہ سب سے پہلے عبیدیوں فاطمیوں (شیعوں کا ایک فرقہ) نے چوتھی صدی ہجری میں اس بدعت کو ایجاد کیا، یہ لوگ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سراسر جھوٹ منسوب ہیں، حقیقت میں یہ لوگ باختلاف اقوال یہودی یا مجوسی (آتش پرست) یا دہریہ بد دین لوگ تھے۔(دیکھئے:الابداع فی مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ ص:۲۵۱، والتبرک انواعه واحکامه، از ڈاکٹر ناصر بن عبد الرحمن الجدیع، ص:۳۵۹-۳۷۳، وتنبیه اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافی البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی ص:۲۳۲)

ان کا سب سے پہلا بادشاہ المعزلدین اللہ عبیدی مغربی تھا، جو شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے مصر کی طرف نکلا، اور رمضان ۳۶۲ھ میں مصر پہنچا۔(دیکھئے: البدایة والنهایة، از امام حافظ ابن کثیر، ۱۱/ ۲۷۲-۲۷۳، ۳۴۵، ۱۲/ ۲۶۷-۲۶۸، و۶/ ۲۳۲، و۱۲/ ۶۳، و۱۱/ ۱۶۱، و۱۲/ ۱۳، و۱۲/ ۲۶۶، نیز دیکھئے: سیر اعلام النبلاء، از امام ذہبی، ۱۵/ ۱۵۹-۲۱۵۔

بتایا جاتا ہے کہ عبیدیوں کا سب سے آخری بادشاہ عاضدلدین اللہ تھا، جسے صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۴ھ میں قتل کیا، امام ذہبی فرماتے ہیں: ''عاضد کا معاملہ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں سرانجام پایا، یہاں تک کہ انھوں نے اسے نکال بھگایا اور بنوعباس کو بحال کیا، اور بنوعبید کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا، اور روافض کی حکومت کو کچل کر رکھ دیا، یہ چودہ لوگ تھے جو من مانی خلیفہ بن بیٹھے تھے۔''عاضد'' کے معنی ''کاٹنے والے'' کے ہیں، چنانچہ عاضد خود اپنے اہل خانہ کی حکومت کو کاٹ دینے والا ثابت ہوا، ۱۵/ ۲۱۲)

توکیا کسی صاحب فہم مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روافض (شیعوں) کی تقلید اور ان کے طریقہ کی پیروی کرے؟!

۴- اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرما دی ہے، ارشاد ہے:

﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗا﴾ [المائدة:۳]

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا''۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے کھلے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور انہیں جنت تک پہنچانے اور جہنم سے دور کرنے والے ہر راستے کی رہنمائی کر دی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی ﷺ جو کہ انبیاء کرام میں سب سے افضل اور سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں، اور انبیاء میں از روئے تبلیغ ونصیحت سب سے اکمل ہیں، اگر یوم پیدائش کا جشن منانا اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں سے ہوتا تو اسے اپنی امت کو ضرور بتلاتے یا اپنی حیات مبارکہ میں اس کا اہتمام ضرور کرتے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ما بعث الله من نبيٍ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ''. (صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلفاء، الأول فالأول: ۲/ ۱۴۷۳، حدیث نمبر: ۱۸۴۴)

اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس پر یہ واجب تھا کہ وہ جو بھی خیر وبھلائی جانتا ہوا اپنی امت کو اسکی رہنمائی کر دے، اور جو بھی برائی جانتا ہو اس پر تنبیہ کر دے۔

۵- اس طرح کی سالگرہوں کے ایجاد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا لہٰذا اس کی تکمیل کے لئے کچھ

تشریعی امور کا ایجاد کرنا ضروری ہے!!، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت تک لائقِ عمل چیزیں نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ بعد میں یہ بدعتی لوگ آئے اور اللہ کی شریعت میں اللہ کی غیر مشروع کردہ چیزیں یہ سوچ کر ایجاد کردیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ سے قریب کردیں گے!! جبکہ یہ بڑی خطرناک اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر اعتراض والی بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت پوری کردی ہے۔

۶۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے وہ نصوص جن سے اسلام میں بدعات کے ایجاد پر تنبیہ، اتباع سنت کا حکم، اور قول وعمل میں حکم رسول کی مخالفت سے ڈرایا گیا ہے ان کی روشنی میں علماء محققین نے ایام پیدائش کی محفلوں کا انکار کیا ہے، اور ان سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

۷۔ یوم ولادت نبوی کا جشن منانے سے محبت رسول ﷺ کا تحقق نہیں ہوتا' بلکہ آپ کی محبت کا تحقق آپ ﷺ کی اتباع، آپ کی سنت پر عمل اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾ [آل عمران:۳۱]

''آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا''۔

۸۔ رسول اللہ کی یوم پیدائش کا جشن منانے اور اسے عید بنانے (یعنی اس پر سالانہ محفل منعقد کرنے) میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے، جب کہ ہمیں ان کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کی تقلید کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲/ ۶۱۴-۶۱۵ وزاد المعاد، از امام ابن القیم: ۱/ ۵۹)

۹۔ عقلمند کو اس بات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ جا بجا لوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، کیونکہ حق زیادہ لوگوں کے کرنے سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق شریعت کی دلیلوں سے پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن تُطِعۡ أَكۡثَرَ مَن فِي ٱلۡأَرۡضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾ [الانعام:۱۱۶]

''اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ انکا کہا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردینگے''۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَكۡثَرُ ٱلنَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِينَ﴾

''اور آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاسکتے''۔ [یوسف: ۱۰۳]

اور فرمایا:

﴿وَقَلِيلٞ مِّنۡ عِبَادِيَ ٱلشَّكُورُ﴾ [سبا: ۱۳]

''اور میرے بندوں میں بہت کم ہی شکرگذار ہیں''۔

۱۰۔ شریعت کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہوجائے اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ [النساء:۵۹]

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے''۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا ٱخۡتَلَفۡتُمۡ فِيهِ مِن شَيۡءٖ فَحُكۡمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ [الشوریٰ:۱۰]

''اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہوجائے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے''۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی محفل میلاد کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اتباع و پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ﴾ [الحشر:۷]

''اور تمہیں جو رسول دیں لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ''۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کی وضاحت فرماتا ہے کہ اہل ایمان پر اس نے اپنے دین کی تکمیل اور اپنی نعمت تمام کردی ہے، نیز اس سے یہ چیز بھی پوشیدہ نہ رہے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو میلاد منانے کا حکم دیا، نہ خود منایا، اور نہ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ محفل میلاد دینِ اسلام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ایک نومولود بدعت ہے۔

۱۱۔ مسلمان کے لئے مشروع یہ ہے کہ اگر چاہے تو پیر کے دن کا روزہ رکھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے پیر کے روزہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ''. (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھرٍ، وصوم یوم عرفۃ، وعاشوراء، والاثنین والخمیس: ۲/۸۱۹، حدیث نمبر: ۱۱۶۲)

''اسی دن میری ولادت ہوئی ہے، اور اسی دن نبی ورسول بنا کر مبعوث ہوا ہوں، یا مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے''۔

لہٰذا اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں پیر کے روز صرف روزہ رکھنا ثابت ہے، آپ کی ولادت باسعادت کا جشن منانا نہیں!!۔

۱۲۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ میں اکثر و بیشتر منکرات اور مفاسد کی بھرمار ہوتی ہے، چنانچہ اس طرح کی محفلوں میں شریک ہونے والے اور ان کا مشاہدہ کرنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں۔ بطور مثال (ان مجلسوں میں انجام پانے والے) چند حرام اور منکر امور درج ذیل ہیں:

اولاً: میلادی حضرات جو بھی قصائد یا مدحیہ اشعار ان محفلوں میں گاتے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر اشعار شرکیہ کلمات، غلو آرائی اور مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہوتے؛ جن سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

''لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ''. (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ: {واذکر فی الکتاب مریم...}، ۴/۱۷۱، حدیث نمبر: ۳۴۴۵)

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کرکے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

کوحد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو''۔

ثانیاً: میلاد کی ان محفلوں میں دیگر حرام امور بھی انجام پاتے ہیں، مثلاً مردوزن کا اختلاط، گانے بجانے، ڈھول تاشے کے آلات کا استعمال، نشا آور اشیاء کا استعمال، اور بسا اوقات ان محفلوں میں شرک اکبر تک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جیسے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا دیگر اولیاء کرام سے استغاثہ (فریاد) وغیرہ کرنا، اسی طرح قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی ہے، چنانچہ اسی مجلس میں بیٹھ کر لوگ سگریٹ نوشی کرتے ہیں، اسی طرح ان مجلسوں میں بے حساب فضول خرچی بھی ہوتی ہے، نیز ان ایام میں مساجد میں سراسر باطل پر مبنیٰ ذکر کی مجلسیں اور حلقے قائم کئے جاتے ہیں جن میں بڑے زور زور سے لوگ قوالیاں گاتے ہیں اور حلقۂ ذکر کا رئیس تیزی سے تالیاں بجاتا ہے، یہ ساری چیزیں باتفاق علماء حق باطل اور حرام ہیں۔ (دیکھئے: الابداع فی مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص:۲۵۱-۲۵۷)

ثالثاً: میلاد کی ان محفلوں میں ایک قبیح اور بدترین عمل یہ بھی انجام پاتا ہے کہ آپ کی ولادت کا ذکر آنے پر بعض لوگ ازروئے تعظیم وتکریم کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میلاد کی اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں، چنانچہ اسی عقیدہ کے مطابق آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں، اور یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین جہالت ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں، نہ لوگوں میں کسی سے مل سکتے ہیں اور نہ ان مجلسوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ اپنی قبر میں قیامت تک کیلئے مقیم ہیں اور آپ کی روح مبارک دارِکرامت (جنت) میں اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے۔ (دیکھئے: التحذیر من البدع، از علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ص:۱۳)، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ﴾ [المؤمنون:۱۵-۱۶]

''اس کے بعد پھر تم سب یقینا مرجانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے''۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ".

''میں قیامت کے روز تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور میں قبر سے باہر نکلوں گا اور میں سب سے پہلا سفارشی ہونگا، اور سب سے میری سفارش قبول ہوگی''۔ (مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع الخلائق: ۴/۱۷۸۲، حدیث:۲۲۷۸)

یہ آیت کریمہ، حدیث شریف اور اس معنی کی دیگر آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے علاوہ دیگر اموات قیامت کے روز ہی اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے، سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ علماء اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں''۔ (التحذیر من البدع، ص:۱۴، وص:۷-۱۴، اور دیکھئے: الابداع فی مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص:۲۵۰-۲۵۸، و التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر بن عبدالرحمن الجدیع، ص:۳۵۸-۳۷۳، وتنبیہ أولی الأبصار...، ص:۲۲۸-۲۵۰)

جدید وسائل

عقیدہ ومنہج پر سوشل میڈیا کے منفی اثرات

● شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

دنیا تغیر پذیر ہے، تبدیلی کا عمل زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کرتا ہے، دنیا تبدیلی کا سفر طے کرتے ہوئے سوشل میڈیا کے دور میں داخل ہوئی ہے، سوشل میڈیا نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے، دنیا پہلے جیسی نہیں رہی، ترجیحات بدلے ہیں، پیمانے بدلے ہیں، رجحانات بدلے ہیں، انداز نظر بدلا ہے اور داؤ پیچ بدلے ہیں، طریقۂ واردات بدلا ہے، مقاصد و مصلحتیں بدلی ہیں، میدان جنگ بھی بدلا ہے، ہتھیاروں کی جنگ فکری جنگ میں تبدیل ہوئی ہے، فکری یلغار کی سنگینی برق وآہن کی تخریب سے کہیں زیادہ ہے، کل انسانی جان و مال برباد ہوتے تھے، آج فکری جنگ میں عقیدہ، منہج، طرز فکر اور ایمان نشانہ بنتے ہیں، کل کی جنگ دنیوی زندگی پر مصیبت نازل کرتی تھی آج کی جنگ اخروی زندگی کو خطرے میں ڈالتی ہے، موبائل کے دور میں فکری جنگ کا دائرۂ کار دور دراز تک پھیل چکا ہے، شاعر نے کہا کہ احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات... آج بات صرف احساس مروت تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے ابعاد مرور ایام کے ساتھ دور تک پھیل چکے ہیں، یہ قدرت کا عطیۂ خاص تھا جسے خیر کے تابع کیا جا سکتا تھا، مگر طبع انسانی نے اس کو بھی شر کے گندے پانی میں نہلا دیا، سب کچھ توڑ پھوٹ کا شکار ہوا، سوشل میڈیا نے ہمارے جینے کے انداز کو بدلا... ہمارے رہن سہن کو بدلا ... ہمارے کام کرنے کے طریقے کو بدلا... ہماری قدروں کو بدلا... ہماری روایات کو بدلا... یہاں تک تو بات ٹھیک تھی لیکن عقیدہ ومنہج جس تیزی سے خطرے کی زد میں آئے؟ یہ بڑی دردناک کہانی ہے، جی ہاں سوشل میڈیا کے دور میں عقیدہ بھی محفوظ نہیں ہے، آپ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دیکھ جائیے، اب شکاری یہاں پر گھات لگائے بیٹھے ہیں، انسانی بھیڑئے یہاں پر تخریب کاری کر رہے ہیں، چھاپہ مار یہاں پر بھی تاخت مچا رہے ہیں، یہ فکری جنگ ہے جو منصوبہ بندی سے لڑی جا رہی ہے، غور سے دیکھئے، ضلالت کے سوداگر سوشل میڈیا پر تمام طرح کی فتنہ سامانیوں کے ساتھ متحرک نظر آئیں گے، یوٹیوب، فیسبک، واٹشپ، ٹیوٹر، انسٹاگرام، گوگل، انٹرنٹ بلاگس.. سب جگہ شیطان کے ہرکاروں نے ایک ہنگامہ بپا کیا ہوا ہے، روزانہ لوگ ان کے دام فریب میں آرہے ہیں۔

نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد مستند علماء سے بے نیاز ہو کر گوگل کے مواد پر تکیہ کرتی ہے، اور ان یوٹیوب مقررین کو سنتی ہے جن کا ذہنی سانچہ کارگہ مغرب سے ڈھل کر آیا ہے، جن کی فکر مستشرقین کے لٹریچر سے تشکیل پائی ہے، وہ مغرب سے مرعوب ہو کر اسلام کی تعلیمات کو ان کے خود ساختہ نظریات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ عقل ومنطق کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر خام ذہنوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، انٹرنیٹ اور میڈیا کے دور میں برقی لہروں کے ساتھ نہ معلوم کتنوں کے افکار بہہ گئے؟ کتنوں کے عقائد مسموم ہو گئے، کتنے ہیں جو گمراہ ہو گئے؟ کتنے ہیں جو ملحد ہو گئے، کتنے ہیں جو لبرل ہو گئے، کتنے ہیں جو منحرف ہو گئے، چمن مسلسل اجڑ رہا ہے۔

الحاد کی کھیتی لہلہا رہی ہے، انحراف کا شیطان ننگا ناچ رہا ہے، انکار حدیث کے جراثیم برقی شعاؤں کی راہ سے ذہنوں میں پہونچ رہے ہیں، قادیانیت بال و پر پھیلا رہی ہے، سلفیت کے خلاف شکوک وشبہات کی اشاعت کی جا رہی ہے، یوٹیوب چینل نہ ہوئے

شیطان کی چوپال ہوگئی، ضلالت کے کھلاڑی لبھانے اور رجھانے کے تمام آلوں کے ساتھ میدان میں موجود ہیں، یہ سوشل میڈیا کے تمام داؤ پیچ کو سمجھتے اور واردات انجام دینا جانتے ہیں، کوئی غامدی کا پیروکار بن گیا ہے، کوئی اخوانی فکر کا حامل ہوگیا ہے، کوئی مرزا کے پیچھے بھاگ رہا ہے، کوئی وحیدالدین خاں کے مکتب فکر سے وابستہ ہو چکا ہے، کوئی ڈاکٹر اسرار سے وحدۃ الوجود کی باریکیوں کو سمجھ رہا ہے، کوئی عنایت اللہ سبحانی کے دام فریب میں آ گیا ہے، کوئی کسی ڈاکٹر کے چینل پر اپنا دین وایماں گروی رکھ چکا ہے، کوئی کسی بردرکی باڈی لینگویج کا اسیر ہے اور ہر بات پر آمنا وصدقنا کی رٹ لگا رہا ہے، الغرض سوشل میڈیا پر ایک طوفان بےتمیزی بپا ہے، قافلہ لٹ رہا ہے، سفینہ ڈوب رہا ہے، تصوف اور تشیع کی فصل طویل محنت کے بعد کاٹی جارہی ہے، ادھر چند سالوں سے صحابہ کرام کے بارے میں استخفاف اور ہتک آمیز بیانیوں کا ایک سیلاب آیا ہوا ہے، تاریخ دانی، تحقیق اور دانشوری کے نام پر صحابہ کرام کی کردارکشی کی جارہی ہے، ان کی لغزشوں کو ہائی لائٹ کرکے کہا جاتا ہے کہ معصوم صرف نبی ہوا کرتے ہیں، صحابۂ کرام کی زندگیاں تاریخ ہے اور تاریخ کو تقدس کا درجہ نہیں دینا چاہئے۔

سوشل میڈیا پر منہج وعقیدہ میں تقلیدی وتحریکی دراندازیاں بھی جاری ہیں، یہ داخلی معرکہ بھی اہل حق کے خلاف چھڑا ہوا ہے، سلفیت کے ایوان میں نقب زنی ہورہی ہے، سلفی فکر اور بعض خود ساختہ نظریات کا ایک آمیزہ تیار کرکے اسے معتدل سلفیت کے نام سے فروغ دینے کی کوشش ہورہی ہے، عقیدۂ ومنہج کی زمین پر اس فسادانگیزی کا فوری تدارک نہ کیا گیا تو صورتحال مزید سنگین ہوسکتی ہے، اس لئے زبان وقلم کے ذریعے منہج پرتر کیز از حد ضروری ہے اور الحمدللہ اس وقت بیداری نظر آرہی ہے۔

دوسری طرف الحاد کا فتنہ بھی اپنے علم کلام کے ساتھ تاخت مچا رہا ہے، ایک طبقہ اس کوچے میں بھی لٹ رہا ہے، سادہ لوح مسلمان ملحدین کے ظاہر فریب دلائل کے سامنے عقیدہ وایمان کی بازی ہار جاتا ہے، ضلالت کے گماشتے منظم انداز میں انسانی ذہنوں پر ڈاک ڈال رہے ہیں، معصوم ذہنوں کا شکار کررہے ہیں، صورتحال دن بہ دن خراب ہوتی جارہی ہے، کیا ہی بہتر ہوتا کہ اس کا مطلب یہ بالکل نہیں کہ سوشل میڈیا شجر ممنوعہ ہے یا کثافت کا ڈھیر ہے، ہم اس سے دوری بنالیں، ہم اس کے قریب بھی نہ پھٹکیں، ہرگز نہیں، یہ مرض کا علاج بالکل نہیں ہے، ضروری ہیکہ ہم بھی شر کا مقابلہ خیر سے کریں، بدی کے مقابلے میں نیکی کو فروغ دیں، ہم نے اگر میدان چھوڑ دیا تو باطل فتح یاب ہوگا، شر حاوی ہوجائے گا، آدھی سے زائد آبادی کو لٹنے کیلئے ہم سوشل میڈیا کے قزاقوں کے حوالے کردیں گے، ایسے میں ہم کو سوشل میڈیا پر حق کی لڑائی لڑنی ہے، باطل سے دودو ہاتھ کرنا ہے، عقیدۂ ومنہج کی اصلاح وتحفظ کی مہم چھیڑنی ہے، الحمدللہ زبان وقلم کی طاقت سے اہل حق لیس ہیں، وہ باطل کو آئینہ دکھانے کی پوزیشن میں ہیں لہٰذا اہل علم کمرکس کر سوشل میڈیا کے باطل کو زیر کرنے کیلئے تیار ہوجائیں، ضروری ہیکہ سوشل میڈیا پر اٹھائے جانے والے شکوک وشبہات کا مدلل جواب دیا جائے، عقیدۂ ومنہج کے خلاف تمام افکار ونظریات کا تعاقب کیا جائے، اس کے تفریح کے کوچے سے نکل کر دفاع کے محاذ کو مضبوط بنایا جائے، علماء کے ردوانکار پر مبنی تقاریر کو عام کیا جائے، الحمدللہ ہر اعتراض واشکال کا جواب علماء نے دیا ہے اور مسکت جواب دیا ہے، باطل کا ہم پر کوئی قرض نہیں ہے، اسے تلاش کر جگہ جگہ معترضین کے ڈسکرپشن میں ڈال دیا جائے تاکہ بہت سے لوگوں کو جگہ پر شکوک کا جواب مل جائے، اعتراضات کے جوابات پر مشتمل لیکچر تیار کیا جائے اور جہاں بھی بحث چھڑی ہو وہاں جوابات کو منسلک کردیا جائے، دوسرے لوگ بھی اس مقصد کیلئے اپنی ٹائم لائن کا بھرپور استعمال کریں، یہی وقت کا تقاضا ہے، اللہ ہم سب کو دین کا سچا داعی وسپاہی بنائے۔آمین

❁ ❁ ❁ ❁

بطلِ جماعت

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ: حیات وخدمات

● خطاب: فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ)
● ترتیب: الطاف الرحمن سلفی

[یہ مضمون دراصل ایک عظیم علمی ودعوتی شخصیت فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کا ایک گراں قدر خطاب ہے، جسے شیخ نے بتاریخ: ۱۳ر جولائی ۲۰۲۴ء پائیدھونی ممبئی میں پیش کیا تھا، اس کا اختصار یہاں تحریری شکل میں پیش کیا گیا ہے]

امیر محترم، علمائے کرام، معزز سامعین، نوجوان ساتھیو، پیارے بچو، اور اسلامی بہنو!

جیسا کہ آپ حضرات نے اشتہار میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ آج کا موضوع ''شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ'' کے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نیک لوگوں کا تذکرہ کرنے کی رہنمائی دی ہے کہ ان کے حالات بیان کیے جائیں، ان کے اچھے برے اوقات کا ذکر ہو، ان کے کارناموں کو سراہا جائے، اور اسی طرح بُرے لوگوں کے واقعات بھی ذکر کیے جائیں تاکہ ان سے عبرت حاصل کی جاسکے۔

اسی لیے ہمارے بہت سے سلف صالحین کہا کرتے تھے کہ: ''نیک لوگوں کا تذکرہ بھی ایک قسم کی عبادت ہے اور نیک اعمال میں شمار ہوتا ہے''۔

چنانچہ آج کی اس مجلس میں بھی اسی مناسبت سے میں نے سورہ ابراہیم کی تلاوت کی ہے، جس میں اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ [ابراہیم: ۵]

اے ہمارے نبی! آپ ان کو ''ایام اللہ'' کے ذریعے نصیحت کریں۔ ایام اللہ کیا ہیں؟ یہ اللہ کے نیک بندوں کی نجات اور کامیابی کے دن ہیں، اور اسی طرح برے لوگوں کی نافرمانی اور اللہ کے عذاب کے دن ہیں، لہٰذا اے نبی ان دونوں طرح کے ایام کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کریں، کیونکہ: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ [ابراہیم: ۵] ان واقعات میں صبر کرنے والوں اور شکر گزاروں کے لیے بہت ساری رہنمائیاں ہیں۔

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں مختلف اچھے اور برے لوگوں کے تذکرے کے بعد ہمیں نصیحت فرمائی کہ: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ [آل عمران: ۱۳] ان واقعات میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرتیں اور نصیحتیں ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ نیک لوگوں کے حالات سنیں اور ان سے عبرت حاصل کریں۔

دینی بھائیو! ہمارے جن احباب نے آج کے اس موضوع کا انتخاب کیا، اللہ انہیں جزائے خیر دے اور ہم سب کو اس مجلس کے مقصد میں کامیاب کرے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے حالات اتنے طویل ہیں کہ ایک مجلس میں ان کو مکمل بیان کرنا بہت ہی ممکن نہیں ہے۔ تقریباً دو سال قبل مدرسہ امریہ، یوکے میں اسی موضوع پر دو گھنٹے کا بیان ہو چکا ہے، جو نیٹ پر موجود ہے اور آپ اسے تلاش کر کے سن سکتے ہیں۔

اسی طرح آج ہمیں یہ بات بھی یاد آئی کہ تقریباً پچاس سال پہلے علامہ عبدالحمید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن دہلی سے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف ہم سے کروایا تھا۔ ہمارے بہت سے احباب اور اقارب -جن میں ہمارے بڑے بھائی مولانا ابوالحسن بھی شامل تھے- نے اسے سنا تھا۔ میں اس وقت پہلی یا دوسری جماعت میں تھا، تو وہ اس بات سے بہت متاثر ہوئے تھے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف اتنے عرصے کے بعد پہلی مرتبہ علامہ عبدالحمید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن دہلی پر کروایا ہے۔ یہ ایک لمبی تقریر تھی، اور ہوسکتا ہے کہیں محفوظ ہو، اگر مل جائے تو اسے نکال کر سنیں گے، ان شاء اللہ اس سے بڑی معلومات حاصل ہوں گی۔

دوستو! ہم نے بڑے اختصار کے ساتھ چند باتیں منتخب کی ہیں، اور انہیں آپ لوگوں کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ غور سے سنیں گے اور مولانا کے حق میں دعائے مغفرت کریں گے، کیونکہ وہ ہم سب کے روحانی باپ تھے۔ اور یہ کیا کم ہے کہ عرب اور عجم کے سینکڑوں علماء نے مولانا کے حق میں کہا ہے کہ: ''برصغیر ہی نہیں بلکہ پورے عرب اور عجم میں، اگر اس زمانے میں اسلام کا سب سے بڑا مجاہد کوئی ہے تو وہ ثناء اللہ امرتسری ہیں''۔

اور اس چیز کو تسلیم کرنے والے اپنے بھی ہیں اور غیر بھی ہیں، مسلم بھی اور غیر مسلم بھی۔

قاضی عدیل عباسی کی گواہی:

ہمیں ایک بات یاد آئی کہ ہمارے یوپی کے ضلع بستی کے ایک بہت بڑے بیرسٹر، قاضی عدیل عباسی گزرے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب میں دیوریا میں ہائی اسکول میں پڑھتا تھا، واضح رہے یہ ایک بہت بڑے بدعتی شخص تھے، دنیا کا ہر بدعتی آدمی صرف 12 ربیع الاول کو عید میلاد مناتا، اور یہ پورے ایک ہفتے عید میلاد مناتے تھے۔

قاضی عدیل کہتے ہیں کہ: جب سوامی دیانند نے ایک کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' لکھی، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر مختلف اعتراضات کیے گئے تھے، جن کی تعداد تقریباً ۱۵۹ تھی۔ تو حالت یہ ہوگئی تھی کہ جب ہم اسکول میں داخل ہوتے تو ہندو، عیسائی اور بدھ مت کے ماننے والے ہمارا مذاق اڑاتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف طرح طرح کی باتیں کرتے تھے، میرا جینا مشکل کر دیا تھا، لیکن جب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعتراضات کے جواب میں ''حق پرکاش'' نامی کتاب لکھی، تو اس کتاب نے ہمیں بہت بڑا سہارا دیا۔ ہم نے اس کتاب کو پڑھا اور خریدا، اور پھر اسکول کے ہندو، عیسائی اور آریہ سماجی کو کہا کہ اگر تمہارے اندر دم ہے تو اس کتاب کا جواب دو۔

قاضی عدیل عباسی کہتے ہیں کہ اس کتاب نے ایسی حالت پیدا کر دی کہ اس کی وجہ سے ہمارا ایمان بچ گیا۔ اور ایک بڑی بات یہ ہے کہ ''جس دن سے مولانا نے یہ کتاب لکھی، اس دن سے لے کر قیامت کے صبح تک، برصغیر کا ہر مسلمان، جو کلمہ پڑھتا ہے اور جسے اسلام نصیب ہوا، وہ سب مولانا ثناء اللہ امرتسری کی برکت سے ہے''۔

یہ بات ''**وشهد شاهد من أهلها**''، اور ''**الحق ما شهدت به الأعداء**'' کے مصداق ہے۔

یعنی سب سے بڑا نیک اور باکمال انسان وہ ہے جس کے اچھے اور بڑے ہونے کی گواہی دشمن بھی دیں۔

میرے بھائی! یہ ہے مختصر طور پر مولانا ثناء اللہ امرتسری کی شخصیت، ان کی خدمات اور ان کا مقام ومرتبہ۔

مولانا کا خاندان اور آپ کے ابتدائی حالات:

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کشمیری پنڈتوں کے منٹو خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اصلی وطن ریاست کشمیر کا علاقہ ڈورہ ہے۔ جو

تحصیل اسلام آباد (اننت ناگ)، ضلع سری نگر میں واقع ہے۔

چونکہ ریاست کشمیر ۱۳۲۶ء سے لے کر ۱۸۱۹ء تک مسلم فرمانرواں کے زیرنگیں رہی ہے، اس لیے ۴۹۳ سال کی اسلامی حکومت کے زمانہ میں بہت سے برہمن خاندان اور دوسری غیرمسلم اقوام دولت اسلام سے مالامال ہوئیں۔ چنانچہ مولانا کے آباؤ اجداد بھی غالباً سلطان زین العابدین شاہ والی کشمیر کے عہد ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

لیکن افسوس کہ تقریبا پانچ سو سال کے بعد ہمارے مسلم حکمران کی آپسی چپقلش اور لڑائی کی بنا پر جب اسلامی حکومت ڈوگرہ سے ختم ہوئی اور اس پر جب ظالم قوم نے قبضہ کیا، تو سب سے پہلے مسلمانوں کے کاروبار کو چھین لیا، معاشی طور پر بہت کمزور کیا اور ان کے سارے حقوق ضبط کر لیا۔

تو غالباً اس وجہ سے ان کے والد گرامی شیخ خضر کشمیر ترک کر کے پنجاب آگئے تھے، آپ کے والد محترم پشمینہ کی تجارت کرتے تھے۔ یہ ان کا آبائی پیشہ تھا، جو نفیس قسم کے گرم کپڑوں کو بنانے اور فروخت کرنے پر مشتمل تھا، جیسے شال، چادریں، اور کوٹ وغیرہ بنانے کا کام۔

لیکن کاروبار کشمیر میں جب بند ہو کر غیروں کے ہاتھ میں چلا گیا، تو ان کے والد ہجرت کر کے امرتسر پنجاب آگئے، اس وقت پنجاب ایک الگ اور مستقل ملک سمجھا جاتا تھا۔

جب وہ ہجرت کر کے امرتسر آئے، تو اس کے بعد سن ۱۸۶۸ء، مطابق ۱۲۸۷ھ میں مولانا کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ان کے والد نے ان کا نام ثناء اللہ رکھا۔ بعد میں دوسرا بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام ابراہیم رکھا۔ ابھی ان کی عمر تقریباً سات سال تھی کہ اللہ نے ان کے والد کو اپنے پاس بلا لیا، اور یوں ان کی زندگی میں یتیمی کا آغاز ہوا۔ ایک طرف سری نگر، کشمیر میں ساری چیزیں چھوڑ کر آئے تھے اور یہاں ابھی کاروبار سنبھلنے کا مرحلہ ہی تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے انتقال کے بعد ان کے تایا نے ان کی دیکھ بھال شروع کی، لیکن چند مہینوں بعد تایا کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب ان کی پرورش کی ذمہ داری ان کی ماں پر آگئی، جو کہ ایک دین دار خاتون تھیں۔ اگر ماں دین دار ہو تو بچوں کے بھی دین دار ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اولاد جو نیک والدین کے یہاں پیدا ہوئی ہو، سب سے باکمال انسان بنتی ہے۔ ایسے والدین کی اولاد دنیا میں نامور ہوتی ہے۔

اور اس کی مثال امام بخاری رحمہ اللہ علیہ سے دی جاتی ہے، کہ ایک مرتبہ کسی نے اپنے استاد سے پوچھا کہ دنیا میں کیا ایک ہی بخاری پیدا ہوا؟ کوئی اس زمانے میں دوسرا بخاری پیدا ہی نہیں ہوا؟ کیا بات ہے؟ تو استاد نے جواب دیا کہ: ''بیٹے اصل میں بخاری تو پیدا ہوتا لیکن بخاری جیسے والدین کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔ کیوں کہ ''قَدْ رُبِّيَ فِي حِجْرِ العِلْمِ، وَارْتَضَعَ ثَدْيَ الفَضْلِ، فَكَانَ فِطَامُهُ عَلَى هَذَا اللِّبَاءِ''، وہ نہایت دیندار، تہجد گزار اور عبادت گزار ماں کا دودھ پی کر بڑے ہوئے۔ اور جس باپ نے انہیں اپنی گود میں اٹھایا، وہ اپنے وقت کا ولی اور اپنے علاقے کا سب سے بڑا محدث تھا''۔

اس مثال میں ماں باپ کے لیے بڑی عبرت و نصیحت ہے۔

طلبِ علم کی ابتداء:

شیخ الاسلام امرتسری رحمہ اللہ علیہ جب 14 سال کے تھے ان کے والد کا کاروبار ختم ہو گیا اور ساری جائیداد ضبط کر لی گئی تھی۔ پنجاب ایک دوسرا ملک سمجھا جاتا تھا اور وہاں تشریف لانے والے لوگ مہاجر سمجھے جاتے تھے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو ان کے بھائی ابراہیم نے مزدوری شروع کی لیکن گھر کا خرچہ پورا نہ ہو سکا۔ تو انہوں نے ٹیلری کرنے والے دکان دار سے اپنے بھائی کے متعلق بات کی، تو انہوں نے کہا مجھے ٹیلر کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر اسے رفوگری

آتی ہے تو اسے دکان کے قریب ایک کنارے پر بیٹھا دیتے ہیں، اگر کوئی رفو کرانے کے لئے آیا تو وہ رفو کر کے اپنی مزدوری لے سکتا ہے۔اس کے بعد یہ چھوٹے بچے اپنی کم عمری میں یہ کام کرنے لگے، ۱۲ یا ۱۳ سال کی عمر تک مدرسے کا منہ نہیں دیکھ سکے۔مولانا نے بچپن میں باپ کی الفت ومحبت نہ پائی۔لہٰذا وہ وہیں محنت کرتے اور جو کچھ پیسہ ملتا، وہ اپنی والدہ اور بھائی کو دے دیتے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے والد کپڑے کے کاروبار سے وابستہ تھے۔ایک دن امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے اور کچھ کپڑا خریدا۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیک کر کے دیا اور عامر شعبی نے ان سے سوالات کیے۔سوالات کے جوابات سے متاثر ہو کر انہوں نے کہا،'' بیٹے! یہ کپڑے کا کاروبار چھوڑو اور علم حاصل کرو''۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کاروبار بند کیا اور علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے، اور پھر آگے چل کر امام اور فقیہ بن گئے۔

ہو بہو اسی طرح کا واقعہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آیا کہ ایک شخص کے کوٹ کا کچھ حصہ پھٹ گیا تھا اور وہ اسے رفو کرانے کے لیے مولانا ثناء اللہ کے پاس لے آیا۔مولانا نے اسے خوب اچھی طرح رفو کر کے تیار کیا۔جب وہ شخص آیا اور کوٹ دیکھا تو ان کے کام سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے کہا، ''بیٹے! تم بہت ذہین ہو، تم پڑھائی کیوں نہیں کرتے؟'' تو انہوں نے اپنے گھر کے حالات بیان کر ڈالے، اس پر اس بھلے انسان نے دلاسا دیتے ہوئے کہا:'' تم اس کی پرواہ مت کرو، تم پڑھنا سیکھ جاؤ، تم بہت ذہین لگتے ہو، اگر تم پڑھ لو گے تو بڑا کام کر سکو گے''۔

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اس نصیحت نے مولانا ثناء اللہ کو علم حاصل کرنے کی طرف مائل کیا، اور پھر وہ علم کی دنیا میں بہت آگے بڑھے۔

بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ:"إِذَا خَرَجَ الْكَلَامُ مِنَ اللِّسَانِ لَمْ يَتَجَاوَزِ الْآذَانَ، وَإِذَا خَرَجَ مِنَ الْقَلْبِ دَخَلَ الْقَلْبَ بِلَا اسْتِئْذَانٍ"۔جب کوئی مؤمن اخلاصِ قلب کے ساتھ کوئی بات کہتا ہے تو وہ بات سننے والے کے دل میں اثر کرتی ہے، چاہے وہ سننے والا نہ بھی چاہے۔اخلاص میں ایسی طاقت ہوتی ہے کہ اس کا اثر سننے والوں پر ضرور پڑتا ہے۔

ذرا غور کریں کہ ایک بزرگ شخص کو کیا غرض تھی کہ وہ امام ثناء اللہ امرتسری کی صلاحیت کو پہچانے، لیکن اس نے دیکھ لیا کہ اگر یہ بچہ پڑھائی میں دل لگائے گا تو بہت کامیاب ہوگا۔اس بزرگ کی بات امام امرتسری کے دل میں اتر گئی۔اب سوال یہ تھا کہ رفوگری چھوڑ کر گھر کا خرچ کیسے چلایا جائے اور پڑھائی کیسے جاری رکھی جائے؟ تو انہوں نے اس مسئلے کا حل یوں نکالا کہ وہ رفوگری کے کام کو مکمل کرنے کے بعد پڑھنے کے لیے چلے جاتے۔

اور اللہ رب العالمین نے ان کے لیے ایک ایسے عالم دین کا انتظام کیا جو اپنے زمانے کے بڑے بڑے ائمہ اور مجتہدین کے استاد تھے، یعنی مولانا احمد اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ۔اور یہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے امرتسر میں مبارک مسجد تعمیر کی، جو آج تک موجود ہے۔اسی مسجد میں انہوں نے مدرسہ قائم کیا اور برصغیر میں یہی وہ پہلے عالم ہیں جنہوں نے سب سے پہلے عشاء اور فجر کے اوقات میں درسِ قرآن وحدیث کا سلسلہ شروع کیا، جس کا بہت فائدہ ہوا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اسی مسجد میں آتے اور مولانا احمد اللہ سے علم حاصل کرتے۔وہ رفوگری بھی کرتے اور اپنا سبق بھی یاد کرتے رہتے۔اس طرح انہوں نے مزدوری کے ساتھ ساتھ تعلیم جاری رکھی۔مولانا احمد اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے شوق اور جذبے کو دیکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں پڑھانا شروع کیا۔

مولانا کی مقبولیت اور عروج کی ابتدا:

مولانا امرتسری کی زندگی کی ابتدائی دور میں کچھ واقعات پیش آئے جنہوں نے ان کی شہرت اور عظمت کو چار چاند لگادیے۔ ایک دن مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمول کے مطابق نماز پڑھ کر سبق یاد کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا ایک عیسائی پادری جیمز، جو خاص طور پر یوکے سے بلایا گیا تھا، لوگوں کو عیسائیت کی تبلیغ کر رہا تھا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل بیان کر رہا تھا اور سینکڑوں لوگ اس کے گرد جمع ہو کر اسے سن رہے تھے۔

مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو پادری للکار رہا تھا: ''اے کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں، اب تمہارے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تم عیسائی بن جاؤ۔ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں اور ہم نے تمہارے سامنے اس کے تمام دلائل پیش کر دیے ہیں۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو عیسائیت قبول کر لو۔ سب لوگ خاموش تھے، کوئی جواب نہیں دے رہا تھا''۔

اسی وقت مولانا ثناء اللہ امرتسری، جو ابھی ایک نوجوان تھے، آگے بڑھے اور پادری کو جواب دینے کی پیشکش کی۔ پادری حیران ہوا کہ یہ نوجوان آخر کیا کہے گا، لیکن مولانا ثناء اللہ نے اسے کئی سوالات کے ذریعے لاجواب کر دیا۔

مولانا امرتسری نے سوال کیا: ''اگر حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں اور اللہ حضرت مریم کے شوہر ہیں تو بتائیں کہ نکاح کے وقت باراتی کتنے تھے؟ نکاح کس نے پڑھایا؟ ولیمہ کب ہوا اور کتنے لوگ اس میں شریک ہوئے؟'' ان سوالات پر پادری لاجواب ہو گیا اور موقع سے بھاگ نکلا۔

اس واقعے کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی اور وہ ایک عالم دین کے طور پر مشہور ہو گئے۔

اسی طرح چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک اور عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جس نے مولانا امرتسری کو دنیا بھر میں پہچان دلائی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم مکمل کی اور اساتذہ کے مشورے پر کاروبار چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ حدیث کی تعلیم کے لیے حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے۔

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگردوں میں سے تھے اور انہیں استادِ پنجاب کہا جاتا تھا۔ مولانا امرتسری نے ان سے ہی حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ حافظ عبدالمنان پیدائشی نابینا تھے، مگر اللہ نے انہیں بہت غضب کی بصیرت عطا فرما رکھی تھی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جب وزیر آبادی رحمہ اللہ سورت جانے کے ارادے سے ممبئی تشریف لائے، تو یہی بھنڈی بازار والوں نے انہیں وہابی کہہ کر قتل کرنے کی سازش رچی تھی، وہ تو اللہ کا کرم کہ اس نے انہیں اپنے حفظ وامان میں رکھا۔

ایک مرتبہ پنجاب میں ایک کانفرنس ہو رہی تھی، اور استاذ پنجاب ہونے کی وجہ سے جس کی صدارت حافظ عبدالمنان کر رہے تھے۔ کانفرنس میں مختلف مقررین نے تقریریں کیں۔ اختتام پر حافظ صاحب سے کہا گیا کہ وہ صدارتی کلمات ادا کریں، حافظ صاحب نے صدارتی کلمات کہہ کر دعا کی تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا عمل کیا ہے جسے آپ اللہ کے حضور پیش کریں گے؟

حافظ عبدالمنان نے مولانا ثناء اللہ امرسری رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ''جب قیامت کے دن اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے میری رضا کے لیے کیا عمل کیا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ میں نے تیرے لیے سب سے بڑا عمل یہ کیا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے شاگرد کی تربیت کی ہے''۔

یہی وہ وقت تھا جب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی اہمیت علماء کی نظر میں مزید بڑھ گئی۔

اسی طرح سیالکوٹ میں مسٹر اور بردرس ٹائپ کے لوگوں نے 'انجمن حمایت اسلام' کے تحت ایک جلسہ منعقد کیا، جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں کو بلا ڈالا۔ جلسے کے اختتام پر ایک عیسائی مقرر نے اسلام پر اعتراضات کیے اور اس کے بعد ایک ہندو مقرر نے بھی اسلام کے خلاف باتیں کیں۔

جب اس جلسے میں موجود حضرات میں سے کوئی ان اعتراضات کا جواب دینے کے لئے تیار نہ ہوا، تو مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اس جلسے میں بلایا گیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اسلام کے خلاف کیے گئے اعتراضات کا نہایت ہی مدلل جواب دیا۔ مولانا ثناء اللہ نے عیسائی اور ہندو مقررین کے اعتراضات کے جوابات دیے اور ان کو لاجواب کر دیا۔ مولانا کو اس وقت شیر پنجاب کہا جاتا تھا، وہ ایک اعتراض کرتے مولانا اس پر دس جواب دے، اس پر پورا مجمع مولانا ثناء اللہ کی تعریف کرنے لگا اور انہیں سیالکوٹ کے پیرومرشد کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا۔

یہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا ہی کمال تھا کہ انہوں نے اسلام کی حمایت میں کھڑے ہوکر اپنے علم وفضل کا لوہا منوایا۔ ان کی اس جرأت اور علمیت کو دیکھ کر سیالکوٹ کی عوام نے کہا کہ یہ وہی ثناء اللہ ہے جو کبھی رفوگری کرتا تھا، اور آج وہ اسلام کا علمبردار بن کر کھڑا ہے۔

ملک عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مولانا کی طرف سے مسلک اہل حدیث کا تعارف:

اسی دوران ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، جس کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ 1926ء میں جب ملک عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (جو آج کے ملک سلمان کے والد اور محمد بن سلمان کے دادا تھے) نے حرمین کو فتح کیا، تو انہوں نے ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس میں ہندوستان کی تین جماعتوں کو دعوت دی گئی:

1۔ جمعیت علمائے ہند: جس کی نمائندگی مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، اور مولانا سعید احمد دیوبندی نے کی۔

2۔ اہل حدیث جماعت: جس کی نمائندگی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد جونا گڑھی، اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے کی۔

3۔ تحریک خلافت: جس کی نمائندگی علی برادران (محمد علی اور جوہر علی) نے کی۔

جب یہ وفود ملک عبدالعزیز سے ملنے پہنچے تو ہر ایک وفد کے لیے ایک ملاقات کا موقع فراہم کیا گیا۔ لیکن شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کو چار مرتبہ شاہی دربار میں میٹنگ کے لیے بلایا گیا۔

کانفرنس کے بعد خصوصی ملاقات میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، جب شیخ الاسلام اور مولانا محمد جونا گڈھی نے شاہ عبدالعزیز سے پوچھا کہ آپ کس امام کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ: "ہمارے ہاں صرف کتاب وسنت کی بنیاد پر فیصلے کیے جاتے ہیں اور اگر کسی مسئلے میں کتاب وسنت سے رہنمائی نہیں ملتی تو ہم حنبلی مذہب کو ترجیح دیتے ہیں"۔

یہ سن کر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے استفار کیا کہ حنبلیت کی نسبت یہ آپ کی کسی مصلحت کی بنا پر ہے یا یہ آپ یہاں کوئی شرعی نسبت ہے؟

ہمارے یہاں تو شرعی نسبت صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوسکتی ہے اور کسی امتی کی طرف نسبت جائز نہیں ہے۔

اس بات پر ملک عبدالعزیز نے بھی اتفاق کیا اور کہا کہ: "سعودی حکومت بھی صرف مصلحت کے تحت حنبلی مسلک کو اپناتی

ہے، ورنہ ان کی شرعی نسبت بھی کتاب وسنت کی پیروی پر مبنی ہے''۔

آخر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے کہا کہ: ''ہم میں اور آپ میں یہی فرق ہے کہ ہم شرعی نسبت کو ترجیح دیتے ہیں، اور اسی لیے ہم نے ہندوستان میں اپنی مسلکی پختگی کو برقرار رکھا ہے، اگر ہم بھی آپ کی طرح مصلحت اپنا لیتے تو شاید ہندوستان میں ہمارا کوئی دشمن نہ ہوتا''۔

یہ گفتگو ملک عبدالعزیز کے دل پر گہرا اثر چھوڑ گئی اور انہوں نے بھی اعتراف کیا کہ یہ مصلحتیں کبھی کبھی ضروری ہوتی ہیں، مگر ان کی شرعی حیثیت نہیں ہوتی۔

واضح رہے کہ ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی اہل حدیث ہی عالم کے شاگرد تھے۔یعنی اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحیم غزنوی کے شاگرد تھے۔مولانا عبدالرحیم غزنوی دو بھائی تھے جو کویت میں کاروبار کرتے تھے۔ ایک دن، ملک عبدالعزیز اور ان کے والد ملک بدر ہوکر وہاں سے گزر رہے تھے۔انہوں نے دیکھا کہ کویت کی ایک مسجد میں کوئی درس دے رہا ہے۔ جب باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ ہمارے برصغیر کے اہل حدیث عالم درس دے رہے تھے۔باپ بیٹے کو یہ درس بہت اچھا لگا۔

ملک عبدالعزیز نے اپنے متعلق کچھ ظاہر نہ کیا، بلکہ خاموشی سے درس سنتے رہے، سال بھر تک ملک عبدالعزیز اور ان کے والد نے اس درس کو نہیں چھوڑا۔انہیں معلوم تھا کہ اہل حدیث کا منہج ہندوستان میں کتنا مضبوط ہے۔

دعا کریں کہ ہمارے منہج میں بھی ایسی ہی پختگی آجائے۔ہم بھی اس راہ پر چل پڑیں، لا الہ الا اللہ پر ثابت قدم رہیں، اور ہمارا منہج مضبوط ہو۔

مولانا کا دعوتی اخلاص:

آگے بڑھتے ہیں اور شیخ الاسلام کے اخلاص اور کارناموں کا ذکر کرتے ہیں۔ جب وہ بامبے (ممبئی) سے کشتی پر سوار ہوکر حج کے لیے روانہ ہوئے، تو ان کے ساتھ دوسوافراد کا قافلہ تھا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری کے درس کا پورے قافلے میں بہت چرچا تھا۔ چار پانچ دن مسلسل درس دیتے رہے، تو ایک دن ایک شخص جوش میں آکر کھڑا ہوگیا اور حاجیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا: ''تم سب یہاں درس سنتے ہو، لیکن ایک مہینے سے کوئی مزدوری نہیں دی!'' یہ سن کر لوگ غصے میں آگئے، لیکن مولانا نے سب کو خاموش رہنے کا حکم دیا اور کہا کہ اس نادان، بے علم آدمی کے اخلاص کی قدر کرو۔جس سے جو ہو سکے ہمارے معاوضے کے نام پر جمع کرلو۔جس سے تھوڑی بہت رقم اکٹھی ہوگئی، تو مولانا نے کہا کہ یہ رقم ہم مکہ کے غریبوں میں لے جاکر صدقہ کردیں گے۔

مولانا امرتسری نے ہمیشہ کتاب وسنت کی دعوت میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور دورانِ سفر بھی لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہے۔

دینی جذبے کے تحت مولانا کی ملک گیر ملی کوششیں:

انگریزوں کے دور حکومت میں مولانا نے جمعیت علمائے ہند کے قیام کی اہمیت اور اس کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی۔جب مولانا نے دیکھا کہ اسلام کو مٹانے کے لیے انگریزوں نے تین حربے استعمال کیے ہیں، تو انہوں نے پورے برصغیر کا دورہ کرکے ایسی جمعیت علماء قائم کی جو دنیا بھر کی اسلامی رہنمائی کرسکے۔ کیونکہ مولانا اسلامی سیاست چاہتے تھے، اور جبکہ آج کے مسلمان سیاسی اسلام چاہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جمعیت علماء ہند کو مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے بڑی محنت اور بھاگ دوڑ کرکے قائم کیا تھا۔

البتہ جمعیت کے قیام کے موقع پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مفتی کفایت اللہ دہلوی کو جمعیت کا پہلا صدر منتخب کیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری علمی اور سیاسی میدان میں بھی متحرک رہے۔ انہوں نے جمعیت علماء کے ساتھ مل کر برطانوی استعمار کے خلاف جدوجہد کی، لیکن جب دیکھا کہ جمعیت کے اکثر اراکین مسلمانوں کے مسائل اور دینی امور میں دلچسپی کے بجائے سیاسی رنگ میں رنگے جا رہے ہیں، اور کانگریس کی حمایت میں سرگرم ہیں، تو انہوں نے جمعیت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

انگریزوں کا لانچ کردہ فتنۂ قادیانیت اور اس کی بیخ کنی:

اب تک مولانا امرسری کے بارے میں کافی کچھ سن چکے ہیں۔ اب ذرا اس واقعہ پر بھی نظر ڈالیں جب انگریز نے 1857 میں پورے ہندوستان پر قبضہ کیا۔ اس نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے تین فارمولے تیار کیے۔ گویا ﴿أَتَوَاصَوْا بِهِۦ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ﴾ [الذاریات: ۵۳] کے مصداق آج بھی ہو رہا ہے، یعنی کیا یہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے گئے ہیں؟

یاد رکھیں کہ یہ تین فارمولے اس وقت تیار کیے گئے تھے جب انگریزوں کو معلوم ہوا کہ شاہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد کی قیادت میں تحریک شہیدین کے ذریعے ۱۸۳۶ء میں اسلام کو دوبارہ غالب کرنے کی کوششیں کی جاری تھیں۔ تحریک شہیدین نے تقریباً بیس جنگیں جیتیں، تو انگریزوں نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے تین فارمولے وضع کیے۔

- پہلا فارمولا یہ تھا کہ انگریزوں نے غیر مسلم رہنماؤں کو بلا کر بتایا کہ وہابی تحریک کا مقصد ہندوستان کے ہندوؤں کو ختم کر کے اسلام کو غالب کرنا ہے۔ انگریزوں نے ہندوؤں کو یہ باور کرایا کہ اگر مسلمانوں کو حکومت مل گئی تو وہ کسی ہندو کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ فارمولہ لوگوں کو انگریزوں نے 1857 میں پڑھایا تھا، اور اس کے ذریعے ہندو مسلم فساد کو بھڑکایا، تاکہ انگریز آرام سے حکومت کر سکیں۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ: ﴿أَتَوَاصَوْا بِهِۦ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ﴾ [الذاریات: ۵۳] یہ آج کے کفار جو کہہ رہے ہیں انہیں ان کے دادا پردادا یعنی انگریز نے سکھایا ہے۔

- دوسرا فارمولا یہ تھا کہ انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو تیار کیا۔ مرزا غلام احمد کو پہلے ایک صحافی، پھر مجدد، اور بعد میں حضرت عیسیٰ بنا کر پیش کیا گیا، بعد ازاں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، جس کے ذریعے مسلمانوں میں اختلافات اور فتنہ پیدا ہوا۔
- تیسرا فارمولا آریہ سماج کا قیام تھا، جس کے لئے انگریزوں نے سوامی دیانند کو کھڑا کیا، تاکہ مسلمانوں کے خلاف نفرت اور انتشار پھیلایا جا سکے۔ اور ہندوستانیوں کو ہندو مسلم کے جھگڑے میں الجھا کر آرام سے ان پر حکومت کی جا سکے۔

جب تحریک شہیدین کے رہنماؤں کو شہید کر دیا گیا، تو اس کے بعد مولانا ولایت علی اور عنایت علی نے اس تحریک کو جاری رکھا۔ انگریزوں کے ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کی کمر توڑنے کی کوشش شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

انہوں نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور ہر مکتب فکر کے علماء سے فتاویٰ جمع کیے، جن میں مرزا غلام احمد کے عقائد کو کفر وارتداد قرار دیا گیا، اور اسے بالاتفاق کافر قرار دیا گیا، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کے باطل کو مٹانے کے لیے انتھک محنت کی۔

باطل فرقوں کی رد میں مولانا کی تصنیفات:

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائیت، قادیانیت، اور آریہ سماج کے خلاف بھرپور قلمی اور علمی جدوجہد کی۔ انہوں نے عیسائیت کے رد میں چھ کتابیں، آریہ سماج کے رد میں 32 کتابیں، اور قادیانیت کے رد میں 36 کتابیں لکھیں۔

مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے

دور میں تقریباً 131 کتابیں لکھیں، جن میں سے بعض کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔ اوران باطل فرقوں سے انہوں نے 60 مناظرے بھی کیے، جن میں ہمیشہ حق کی فتح ہوئی اور باطل کا سر نیچا ہوا۔

اب آیئے قادیانیوں کے ساتھ مولانا کے ایک دو مناظروں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ کیسے وقوع پذیر ہوئے:

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اپنے کفریہ عقائد وخرافات کو لوگوں میں پھیلادیا، تو اس کے ساتھ پہلا مناظرہ ومقابلہ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ انہوں نے مستقل طور پر مرزا غلام احمد کے ساتھ مناظرے کیے اور ہر مرتبہ اسے شکست دی۔

مناظروں کے حوالے سے مولانا کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ انہوں نے بے شمار مناظرے کیے، جن میں سے سب سے خطرناک اور سب سے مشہور مناظرہ نگینہ کا مناظرہ تھا۔ یہ مناظرہ دیوبندی علماء اور آریہ سماج کے درمیان ہوا، جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کو خاص طور پر بلایا گیا۔ مولانا نے انتہائی حکمت اور دانشمندی کے ساتھ مناظرہ کیا، اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہ پہلا مناظرہ تھا جس میں پچاسوں مرتد ہوجانے والوں نے دوبارہ کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور تقریبا ایک درجن غیر مسلموں نے اسلام کی حقانیت کو سمجھ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔

مولانا کا علمی مقام اتنا بلند تھا کہ جہاں جہاں مناظرہ ہوتا، لوگ کہتے کہ جب تک مولانا ثناء اللہ نہیں آئیں گے، مناظرہ مشکل ہے۔

مولانا کی حاضر جوابی اور برجستہ مزاح بھی مشہور تھا۔ ایک مرتبہ سیاہ فام عیسائی پادری عبدالحق سے مناظرہ ہوا، اس کی ایک بری عادت یہ تھی کہ ہمیشہ اپنے ساتھ اپنی بیوی کو لے کر چلتا تھا، جب وہ ہارتا تو اس کی بیوی مدمقابل کو گالیاں دینا شروع کردیتی۔ اور پادری سیاہ فام تھا جبکہ اس کی بیوی دودھ سے زیادہ گوری تھی۔

الغرض جب وہ پادری مناظرہ ہارنے لگا تو مناظرہ کے دوران ہی پادری کی بیوی نے انہیں گالیاں دینا شروع کردی، جس پر مولانا نے حاضر جوابی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

زاغ کی چونچ میں انگور خدا کی قدرت
اس پہلوئے حور میں لنگور خدا کی قدرت

یعنی یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہ کوا کالا ہے اور اس کے چونچ میں انگور ہو!، اور اس لنگور کے ہاتھ خوبصورت بیوی ہے یہ بھی خدا کی قدرت۔

یہ کہہ کر مولانا نے سب کو ہنسا دیا اور مخالفین کو خاموش کردیا۔

میرے بھائیو! اس طرح سے ایک دو نہیں ہزاروں واقعات ان کے ہیں جن کا بیان کرنا اس مختصر وقت میں بہت ہی مشکل ہے۔ ہم نے چند باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھی ہیں، دعا کرو کہ اللہ تعالی ہم سب کو ان کے حالات اور ان کے کارنامے پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

محترم دینی بھائیو! مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بارے میں ایک واقعہ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد ایک مشہور صحافی نے کہا کہ: ''اگر دنیا بھر میں کسی عالم کو 24 گھنٹے دیے جائیں تا کہ وہ تمام باطل فرقوں کے عقائد بیان کرے اور ان کا جواب دے، تو وہ شخص مولانا ثناء اللہ امرتسری ہوں گے''۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ باطل کے خلاف بھرپور مقابلہ کیا۔ ایک مرتبہ، جب حدیث کی حجیت کے بارے میں بحث چھڑ گئی تو مولانا اس کی حمایت میں کھڑے ہوئے اور ''خطاب بہ مودودی'' لکھی، جس میں مودودی صاحب کے خیالات پر تنقید کی اور کہا کہ ان کے خیالات میں مجھے اعتزال کی بو آرہی ہے۔

صبر وتحمل اور عفو ودرگذر کی اعلیٰ ترین مثال:

1937ء میں امرتسر میں سنی مسلمانوں کی ایک کانفرنس منعقد

ہوئی جس کا نام ''امام اعظم ابوحنیفہ کانفرنس'' رکھا گیا۔ تین دن تک جاری رہنے والی اس کانفرنس میں وہابیوں کو گالیاں دی گئیں اور ان کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں۔حتی کہ ایک جوشیلے مقرر نے یہاں تک کہہ دیا کہ: ''اگر کوئی شخص وہابی کے سر پر جوتا مارے گا تو اسے جنت میں سو حوریں ملیں گی''۔

اس تقریر سے متاثر ہوکر کچھ دنوں کے بعد ایک نوجوان -قمر بیگ- نے موقع پاکر مولانا ثناء اللہ امرتسری پر قاتلانہ حملہ کردیا۔ مولانا کو ہسپتال لے جایا گیا، اگلے دن، جب ان کے ایک شاگرد عبداللہ معمار ان کی عیادت کے لیے پہنچے، تو مولانا نے ان سے کہا: ''ہمارے زخم کو دیکھ کر تمہیں تکلیف ہو رہی ہے، لیکن ہمیں کوئی درد نہیں ہو رہا۔ اللہ کی قسم! میں نے مختلف علماء سے حدیث پڑھی، لیکن آج اس حدیث کا مفہوم سمجھ میں آیا کہ شہید کو دشمنانِ اسلام قتل کرتے ہیں تو اسے چیونٹی کے کاٹنے جتنی بھی تکلیف نہیں ہوتی''۔

مولانا ثناء اللہ نے حملہ آور کے بارے میں معلومات حاصل کی، تو پتہ چلا کہ اس کے گھر میں بیوی، بچے، اور ایک بیوہ ماں ہے۔ مولانا نے حکم دیا کہ جب تک وہ پلٹ کر گھر واپس نہ آئے تب تک اس کے گھر راشن پہنچایا جائے، ایک دن وہ بھوکے نہ رہیں۔

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

میرے بھائیو! یہ ہے شیخ الاسلام کا کردار، دعا کرو کہ دنیا کے سارے اہل حدیث ایسے ہی بن جائیں۔ ﴿خُذِ ٱلۡعَفۡوَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡعُرۡفِ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡجَٰهِلِينَ﴾ [الاعراف:۱۹۹]

دو سال بعد جب قمر بیگ کلکتہ سے گرفتار ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ جس شخص پر اس نے حملہ کیا تھا، وہی مولانا ثناء اللہ تھے جو اس کے گھر والوں کے لیے راشن بھیجتے رہے۔ اس کے بعد سے قمر بیگ نے روزانہ مولانا کی قبر پر جاکر ان کے حق میں دعا کرنا اپنا معمول بنالیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے کردار اور ان کے صبر و تحمل کی یہ مثال ایک سبق آموز واقعہ ہے، جو ہمیں بتاتی ہے کہ انتقام لینا ہمارا کام نہیں، بلکہ ہمیں اللہ کے بندوں کے ساتھ رحمت اور عفو و درگزر کا معاملہ کرنا چاہیے۔

مرزا کی طرف سے مباہلہ کی دعوت، اور اس کی ہلاکت اور مولانا کے آخری ایام:

آخر میں مرزا قادیانی نے مباہلہ کی دعوت دی، جسے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قبول کرلیا۔ ہمارے بعض علماء کا کہنا ہے کہ جب مولانا امرتسری کو مرزا قادیانی نے مباہلہ کی دعوت دیتے ہوئے کہا: ''اللہ جو حق پر ہے، اسے باقی رکھ اور جو باطل پر ہے، اسے بری موت دے''۔

یہ بات جب اخبارات میں شائع ہوئی، تو مولانا ابراہیم سیالکوٹی -جو مولانا امرتسری کے قریبی دوست تھے- نے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کی: ''اے اللہ! اگر مولانا ثناء اللہ کی عمر بد بخت مرزا قادیانی سے کم ہے، تو میری زندگی میں سے کچھ عمر لے کر مولانا کی عمر میں اضافہ کردے تاکہ باطل کو پنپنے کا موقع نہ ملے''

اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور مرزا قادیانی ایک سال کے اندر اندر ختم ہوگیا، جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اس کے بعد بھی تقریباً 40 سال زندہ رہے اور قادیانیت کے خلاف کام کرتے رہے۔ آخرکار انہیں ''ثناء اللہ فاتح قادیان'' کا لقب بھی دیا گیا۔

آخر میں عرض ہے کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ موضوع بہت طویل ہوجائے گا، اس لیے کچھ باتیں مختصر کردی گئی ہیں۔ کئی مناظرات اور واقعات ہیں جنہیں میں نے چھوڑ دیا ہے، اور ان شاء اللہ کسی اور موقع پر ان کا تذکرہ کیا جائے گا۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ وصحبہ أجمعین

https//:youtu.be/G4EypwUHF6g?si=5PZ6Bh2IR9eWtfoq

عیدِ میلاد اور جشنِ مولود کی شرعی حیثیت

● شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: اللہ کے نبی ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ہر سال جشن منانے، محفل منعقد کرنے اور عید میلاد منانے کی شرعی حیثیت کیا ہے، وضاحت فرمائیں؟

جواب: آج کل ہمارے معاشرے میں بدعات وخرافات کا دور دورہ ہے، باطل نظریات اور غلط عقائد وافکار کا چلن عام ہوتا جارہا ہے، بدعتوں پر دین کا لیبل چسپاں کرکے عوام کے سامنے پیش کیا جارہا ہے جسکے نتیجہ میں رفتہ رفتہ بدعتیں پروان چڑھ رہی ہیں اور معاشرے میں اس کی جڑیں مضبوط ہورہی ہیں۔ ان بدعتوں میں سرفہرست "عید میلاد النبی" ہے، جسے معاشرے کے اکثر افراد دین وایمان تصور کرتے ہیں اور عبادت ونیکی سمجھ کر اسے انجام دیتے ہیں، جلوس نکالے جاتے ہیں، جلسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، محفل میلاد سجائی جاتی ہے اور ہر سال اس موقع پر نت نئی چیزیں نکالی جاتی ہیں لیکن یہ ایک سچائی ہے کہ یہ ایک ایجاد کردہ بدعت ہے۔

شرعی نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ بات متحقق ہے کہ ہمارے نبی ﷺ انبیاء میں سب سے افضل اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی تھے اور امت تک دین پہنچانے اور ان کی خیر خواہی میں سب سے کامل تھے، اگر یوم پیدائش کا جشن منانا اللہ تعالی کے پسندیدہ دین میں سے ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ اسے امت کے لئے ضرور بیان فرماتے یا اپنی حیات مبارکہ میں اس طرح کے جشن وجلوس مناکر دکھلاتے، یا کم از کم آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی یوم پیدائش پر جشن میلاد ضرور مناتے، لیکن جب عہد نبوی اور عہد صحابہ میں یہ سب کچھ نہیں ہوا تو یہ بات واضح ہوگئی کہ محفل میلاد کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے، بلکہ وہ ان بدعات اور نئے ایجاد کردہ کاموں میں سے ہے جن سے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اور اگر تاریخی اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو اس مروّجہ میلاد کا اسلام میں کہیں کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ یہ مروّجہ میلاد ساتویں صدی ہجری کی پیداوار ہے۔ پوری چھ صدی تک اِس بدعت کا مسلمانوں میں کہیں رواج نہ تھا، نہ کسی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے، نہ کسی تابعی نے، نہ تبع تابعین نے عید میلاد منائی، نہ کسی محدث نے، نہ مفسر نے، نہ فقیہ نے، بلکہ سب سے پہلے میلاد منانے والا موصل کے علاقے "اربل" کا ظالم، ستم شعار اور فضول خرچ بادشاہ ملک مظفر الدین ہے۔ ۶۰۴ھ میں سب سے پہلے اس کے حکم سے محفل میلاد منائی گئی۔ (دول الاسلام: 2/104)

شیخ علی محفوظ رحمہ اللہ اس بابت مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے یہ جشن فاطمی خلفاء نے چوتھی صدی ہجری میں قاہرہ میں منایا، اور انہوں نے میلاد کی بدعت ایجاد کی جس میں میلاد النبی ﷺ، اور علی رضی اللہ تعالی عنہ کی میلاد، اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی میلاد، اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما، اور خلیفہ حاضر کی میلاد، منانے کی بدعت ایجاد کی، اور یہ میلادیں اسی طرح منائی جاتی رہیں حتی کہ امیر لشکر افضل نے انہیں باطل کیا۔ اور پھر بعد میں خلیفہ آمر باحکام اللہ کے دور پانچ سو چوبیس ہجری میں دوبارہ شروع کیا گیا حالانکہ لوگ تقریبا اسے بھول ہی چکے تھے۔ اور سب سے پہلا شخص جس نے اربل شہر میں میلاد النبی ﷺ کی ایجاد کی وہ ابوسعید ملک مظفر تھا جس نے ساتویں صدی ہجری میں اربل کے اندر منائی، اور پھر یہ بدعت آج تک چل رہی ہے، بلکہ لوگوں نے تو اس میں اور بھی وسعت دے دی ہے، اور ہر وہ چیز اس میں ایجاد کر لی ہے جو ان کی خواہش تھی، اور جن وانس کے شیاطین نے انہیں جس طرف لگایا اور جو کہا انہوں نے وہی اس میلاد میں ایجاد کر لیا''۔ (الابداع فی مضار الابتداع: 251)

امام ذہبی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: اس کی فضول خرچی اور اسراف کی حالت یہ تھی کہ وہ ہر سال میلاد النبی پر تقریباً تین لاکھ روپے خرچ کیا کرتا تھا۔ (دول الاسلام، ج:۲، ص:۱۰۳)

اس لیے میلاد منانے کا کوئی جواز نہیں کیونکہ تاریخی اعتبار سے یہ شیعوں اور فاطمیوں کی ایجاد ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ علماء کرام کے مابین نبی کریم ﷺ کی تاریخ پیدائش میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

علماء کا یہ اختلاف ہی کافی ہے کہ یہ بدعت ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے اس امت کے اسلاف کرام تو نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے دن کا قطعی فیصلہ نہ کر سکے، چہ جائیکہ وہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے، اور پھر کئی صدیاں بیت گئیں مسلمانوں کے یہاں اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا یہاں تک کہ شیعی فاطمیوں کا زمانہ آیا اور انھوں نے اس کی شروعات کی۔ اس لیے یہ بات ثابت ہو چکی کہ عید میلاد بدعت ہے اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ ذیل میں معروف فقہاء اور ائمہ کرام کے اقوال درج کیے جا رہے ہیں تاکہ یہ مسئلہ مکمل طریقے سے واضح ہو جائے کہ یہ بدعت ہے اور بدعت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اور اسی طرح بعض لوگوں نے جو بدعات ایجاد کر رکھی ہیں وہ یا تو عیسی علیہ السلام کی میلاد کی طرح عیسائیوں کے مقابلہ میں ہیں، یا پھر نبی کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم میں اللہ سبحانہ وتعالی اس محبت اور کوشش کا تو انہیں اجر وثواب دے گا نہ کہ اس بدعت پر کہ انہوں نے میلاد النبی کا جشن منانا شروع کر دیا حالانکہ آپ کی تاریخ پیدائش میں تو اختلاف پایا جاتا ہے اور پھر کسی بھی سلف نے یہ میلاد نہیں منایا، حالانکہ اس کا مقتضی موجود تھا، اور پھر اس میں مانع بھی کوئی نہ تھا۔ اور اگر یہ یقینی خیر وبھلائی ہوتی یا راجح ہوتی تو سلف رحمہ اللہ ہم سے زیادہ اس کے حقدار تھے؛ کیونکہ وہ ہم

سے بھی زیادہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ محبت کرتے تھے، اور آپ کی تعظیم ہم سے بہت زیادہ کرتے تھے، اور پھر وہ خیر و بھلائی پر بھی بہت زیادہ حریص تھے۔

بلکہ کمال محبت اور نبی کریم ﷺ کی تعظیم تو اسی میں ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع و پیروی کی جائے، اور آپ کا حکم تسلیم کیا جائے، اور ظاہری اور باطنی طور پر بھی آپ کی سنت کا احیاء کیا جائے، اور جس کے لیے آپ ﷺ مبعوث ہوئے اس کو نشر اور عام کیا جائے، اور اس پر قلبی، لسانی اور ہاتھ کے ساتھ جہاد ہو۔ کیونکہ مہاجر و انصار جو سابقین اولین میں سے ہیں کا بھی یہی طریقہ رہا ہے اور ان کے بعد ان کی پیروی کرنے والے تابعین عظام کا بھی"۔ (اقتضاء الصراط المستقیم: 294-295)

عالم اسلام کے معروف فقیہ اور سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میلاد منانا کسی کے لیے بھی جائز نہیں؛ اس لیے کہ یہ بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ، صحابہ اور تابعین سے ثابت نہیں۔

ایک اور جگہ شیخ رحمہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: عید منانا خواہ نبی ﷺ کی پیدائش پر ہو یا کسی اور کی پیدائش پر ناجائز ہے؛ کیوں کہ نبی ﷺ نے اِس طریقے پر عید نہیں منائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ عید منائی ہے، سلف امت کا بھی یہی فیصلہ رہا ہے اور خیر اُن کی اتباع میں مضمر ہے۔ (فتاویٰ شیخ بن باز، ج:۱، ص:۲۶)

عصر حاضر کے معروف محقق اور فقیہ شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ: جشن میلاد النبی ﷺ ہو یا جشن آمد رسول ﷺ اس کی ساری اقسام و انواع اور اشکال و صورتیں بدعت منکرہ ہیں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس بدعت سے بھی باز رہیں اور اس کے علاوہ دوسری بدعات سے بھی اجتناب کریں، اور سنت رسول ﷺ کا احیاء کریں اور سنت کی پیروی کرتے رہیں، اور اس بدعت کی ترویج اور اس کا دفاع کرنے والوں سے دھوکہ نہ کھائیں، کیونکہ اس قسم کے لوگ سنت کی احیاء کے بجائے بدعات کی احیاء کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، بلکہ اس طرح کے لوگ تو ہوسکتا ہے سنت کا بالکل اہتمام کرتے ہی نہیں۔ لہٰذا جس شخص کی حالت یہ ہو جائے تو اس کی تقلید اور اقتدا کرنی اور بات ماننی جائز نہیں ہے، اگرچہ اس طرح کے لوگوں کی کثرت ہی کیوں نہ ہو، بلکہ بات تو اس کی تسلیم کی جائے گی اور اقتدا اس کی کرنی چاہیے جو سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتا ہو اور سلف صالحین کے نہج اور طریقہ پر چلنے والا ہو، اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ حق کی پہچان آدمیوں کے ساتھ نہیں ہوتی، بلکہ آدمی کی پہچان حق سے ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے: "بلاشبہ تم میں سے جو زندہ رہے گا تو وہ عنقریب بہت زیادہ اختلافات کا مشاہدہ کرے گا، لہٰذا تم میری اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت اور طریقہ کی پیروی اور اتباع کرنا، اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا، اور نئے نئے کاموں سے اجتناب کرنا، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے" دیکھیں: مسند احمد (4/126) سنن ترمذی حدیث نمبر (2676)۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ بتا دیا ہے کہ اختلاف کے وقت ہم کس کی اقتدا کریں، اور اسی طرح یہ بھی بیان کیا کہ جو قول اور فعل بھی

سنت کے مخالف ہو وہ بدعت ہے، اور ہر قسم کی بدعت گمراہی ہے۔(حقوق النبی بین الاجلال والاخلال)

اسی کے ساتھ اگر علمائے احناف کے فتاوے بھی دیکھے جائیں تو ان کے یہاں بھی یہ بدعت ہے۔

معروف حنفی عالم دین مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ محفل چونکہ زمانۂ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور زمانہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور زمانۂ تابعین وتبع تابعین اور زمانۂ مجتہدین میں نہیں ہوئی، اِس محفل کا موجد چھ سو سال بعد کا ایک بادشاہ ہے جس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں؛ لہٰذا یہ مجلس بدعت اور گمراہی ہے۔عدم جواز کے واسطے یہ دلیل کافی ہے کہ قرونِ خیر میں اس کو کسی نے نہیں کیا۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۴۰۹)

مسلک احناف کا ترجمان ادارہ اور مرکز دارالعلوم دیوبند سے صادر ہونے والے چند فتاوے ملاحظہ کریں۔

* نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کے دن عید میلاد النبی منانا نہ تو صحابۂ کرام سے ثابت ہے جبکہ وہ سب سے زیادہ حضور سے محبت رکھنے والے عاشق رسول تھے، نہ حضرات تابعین سے منقول ہے نہ تبع تابعین اور ائمہ اربعہ سے ثابت ہے۔چھ سو سال کے بعد عیسائیوں نے سب سے پہلے عید میلاد النبی ایجاد کیا ہے، جو بلاشبہ بدعت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو اختیار کرنا ان کے طریقوں پر چلنا یہی دراصل حضور سے محبت کی علامت ہے، یہ رسم کی ادائیگی حضور سے محبت کی علامت نہیں ہے۔بکر کا کہنا صحیح ہے اور قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔(جواب نمبر: 38073/ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

* اس بابت ایک جگہ اور تحریر ہے: دین میں نئی چیز ایجاد کرنا یعنی ہر ایسا کام کرنا جو شریعت سے ثابت نہ ہو، عہد صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں اس کی کوئی اصل موجود نہ ہو اور اسے دین وثواب سمجھ کر کیا جائے یہ بدعت ہے، **البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي** (قواعد الفقہ: ص ۲۰۴)

عید میلاد النبی منانا ہی ثابت نہیں، کسی کی پیدائش پر سالگرہ منانا یہ انگریزوں کی ایجاد کردہ رسم ہے، یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں، صحابۂ کرام سے زیادہ عاشق رسول کون ہوسکتا ہے، لیکن کبھی کسی صحابی نے عید میلاد النبی نہیں منائی، لہٰذا مسلمانوں کو اس بدعت سے بچنا چاہیے اور اس موقع پر حلوا کھیر بنانے سے بھی احتراز چاہیے۔(جواب نمبر:64449/دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

بنا بریں یہ بات ثابت ہوئی کہ میلاد النبی کے موقع پر جشن منانا اور اس کے لیے محفل منعقد کرنا اور وہ تمام مروجہ اعمال انجام دینا جو ان محفلوں میں کی جاتی ہیں وہ نہ تو صحابہ کرام سے ثابت ہیں اور نہ ائمہ وفقہاء سے۔

اس لیے یہ تمام مروجہ عقیدے اور اعمال جو میلاد نبی کی مناسبت سے انجام دیے جاتے ہیں باطل اور بے بنیاد ہیں اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کریں اور بدعت وخرافات سے اپنے آپ کو بچائیں۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

جمعیت کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی رحفظہ اللہ کا دورۂ کوکن:

بتاریخ: 9/جون 2024ء، مطابق: 2/ذی الحجہ 1445ھ بروز اتوار فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے ''چپلون'' میں ایک نکاح کی مجلس میں شرکت کی۔ اس موقع پر انہوں نے خطبۂ نکاح پڑھا اور حاضرین کو چند اہم نصیحتیں فرمائیں۔

خطبہ کا مرکزی پیغام یہ تھا کہ ہر معاملے میں اللہ کا خوف اور تقویٰ اختیار کیا جائے، اور اپنے رب پر ایمان اور توکل کو مضبوط کیا جائے۔ نکاح جیسے اہم موقع پر بھی یہ ضروری ہے کہ ہم قرآن اور سنت کے احکامات کی پیروی کریں اور اللہ کے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کو اپنی زندگی میں اختیار کریں، اور کسی بھی رسم ورواج یا عمل کو جو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہوں اسے ترک کر دیں۔

مولانا نے کہا کہ: نکاح کی تقریبات اور دیگر مناسبتوں میں پڑھا جانے والا خطبۂ حاجہ صرف ایک رسم نہیں، بلکہ اس کی ایک خاص اہمیت ہے، یہ مسلمانوں کو قرآن وسنت اور اصل دین کی طرف متوجہ کرتا ہے، اسی لئے اسے ہر اہم موقع پر دہرایا جاتا ہے۔ مولانا نے اس بات پر بھی زور دیا کہ ہر مسلمان کو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، کیونکہ تقویٰ ہی میں زندگی کے تمام مسائل کا حل ہے۔

نکاح کے ذریعے دو اجنبی مرد اور عورت، ایک مقدس رشتہ میں بندھ جاتے ہیں، لہٰذا اس رشتے میں دونوں پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں۔

نکاح کے موقع پر خطبہ پڑھنے کی یہ سنت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اللہ کا خوف اور اس کی فرماں برداری ہمارے ہر معاملے میں اہم ہے، خصوصاً ازدواجی زندگی میں۔ مولانا نے تاکید کی کہ تمام رشتہ داریاں اللہ کے خوف پر مبنی ہونی چاہئیں، چاہے وہ والدین اور اولاد کے درمیان ہوں یا شوہر اور بیوی کے درمیان۔ اور مسلمانوں کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ ہر مسئلے کا حل اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کے طریقے میں ہے، اور یہ یقین ہمارے ایمان کو مضبوط بناتا ہے۔

آخر میں، مولانا نے کہا کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی مثال سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے ایمان وتقویٰ اختیار کرنا ہی ہمیں ہر خطرے سے نجات دلا سکتا ہے۔

اسی طرح کوکن دورے کے دوران امیر محترم نے 9/جون کی شام کو ''بیت السلام، کمپلیکس، مہاڈ ناکہ، کھیڈ'' میں بعد نماز عصر تا مغرب ''ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کے چند نمایاں گوشے'' کے عنوان پر ایک اہم اور قیمتی خطاب فرمایا۔ اس خطاب کا اہتمام ''مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، کھیڈ'' کی جانب سے کیا گیا، جس کی صدارت مولانا عبد الواحد انور یوسفی رحفظہ اللہ نے فرمائی۔

امیر محترم نے اپنے خطاب کی ابتدا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بلند

مقام پر روشنی ڈالتے ہوئے کی۔ انہوں نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ''ابوالانبیاء'' کا لقب دیا گیا ہے، اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کا مقام بلند ترین ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ''خلیل اللہ'' کا مقام عطا کیا گیا، اور اسی نسبت سے نماز میں درود ابراہیمی پڑھنا واجب قرار دیا گیا ہے۔

خطاب میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ان کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دینا اور شرک کی تردید ہے۔ مولانا نے حاضرین کو نصیحت کی کہ ہمیں بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حق کی راہ پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت اور اللہ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی مثال کو یاد دلاتے ہوئے مولانا نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں ہی ہر طرح کی نجات اور کامیابی ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے امیر محترم نے کہا کہ ہمیں بھی ہر نیک عمل کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کی دعا کرنی چاہیے، جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے وقت دعا کی تھی۔ اسی طرح شیخ نے حج اور قربانی کی یادگاروں کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کی جھلک قرار دیا اور مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور قربت کو اپنے دل میں جگہ دیں۔

مولانا نے اہل حدیث کی نسبت پر بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ نسبت قرآن وسنت سے جڑی ہوئی ہے، اور اس نسبت کے ساتھ جینے میں ہمیں فخر محسوس کرنا چاہیے۔ شیخ نے تاکید کی کہ ہمیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی شناخت کو قائم رکھنا اور حق کے ساتھ جینا ضروری ہے۔

امیر محترم کا یہ قیمتی خطاب اہل ایمان کے لیے نہ صرف سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کا خلاصہ بیان کرتا ہے بلکہ ان کے عمل کو اپنانے کی تاکید بھی کرتا ہے تاکہ اللہ کی رضا حاصل کی جا سکے۔

جماعت کے مؤقر علماء سے استفادے کا موقع:

اسلاف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب بھی ان کے یہاں، ان کے شہر، ان کے گاؤں اور ان کے علاقے وبستی میں کسی بڑے اور موقر عالم دین یا محدث کی آمد ہوتی تو اس سے استفادہ کی خاطر اکٹھا ہو جایا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی جمع کر لیا کرتے تھے۔ اسی منہج وطریقے اور نہج پر چلتے ہوئے الحمدللہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اور ان کے جملہ ذمہ داران جب بھی شہر ممبئی میں کسی بڑے عالم دین کی آمد ہوتی ہے ان سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی استفادہ کے موقع فراہم کرتے ہیں۔

الحمدللہ ان دنوں ممبئی مہاراشٹر کے علاقوں میں جماعت اہل حدیث کے موقر ومستند علمائے کرام کی آمد رہی جس کو غنیمت سمجھتے ہوئے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے جملہ ذمہ داروں نے ممبئی ومضافات کے علاقوں میں ان سے استفادہ کی خاطر پروگرام مرتب کیے اور جگہ جگہ اجتماعات کا سلسلہ جاری رہا۔

ان علماء میں فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ (شارجہ) فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی رحفظہ اللہ (الغاط، سعودی عرب) فضیلۃ الشیخ مختار احمد محمدی مدنی رحفظہ اللہ (جبیل سعودی عرب) فضیلۃ الشیخ ذاکر حسین مدنی رحفظہ اللہ (خمیس، مشیط، سعودی عرب) قابل ذکر ہیں۔ الحمدللہ ممبئی ومضافات کے احباب جماعت نے ان سے بھرپور استفادہ کیا جس کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے۔

14 رجولائی بروز اتوار صبح 10 بجے تک نماز عشاء اورنگ آباد میں فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا ''محمد رسول اللہ معنی

مفہوم اور تقاضے'' کے تحت ایک ورک شاپ ہوا جس میں شیخ محترم نے تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی اور لوگوں نے اس ورکشاپ سے خوب فائدہ اٹھایا۔

21/ جولائی 2024 بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث دارالسلام لیگ پلازہ کوسہ ممبرا میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر سرپرستی ایک روزہ اجلاس عام کا انعقاد ہوا جس میں فضیلۃ الشیخ ذاکر حسین مدنی/حفظہ اللہ (داعی خمیس، مشیط، سعودی عرب) نے ''حسد'' کے موضوع پر بہت ہی اہم اور جامع خطاب پیش کیا جس میں شیخ محترم نے حسد کے بہت سارے نقصانات کا تذکرہ کیا وہیں سب سے بڑا خسارہ اعمال حسنات کا ختم کر دیا جانا اور حاسد کو زندگی میں کبھی بھی سکون نہ ملنا اور اس کے سکون وچین کا ختم ہو جانا ہے۔ آپ کے بعد شیخ مختار احمد محمدی مدنی/حفظہ اللہ (داعی جبیل سعودی عرب) نے ''ایک اہم ذکر کی فضیلت اور اس کی اہمیت'' کو بیان کیا اور وہ ذکر اور دعا یہ ہے **"رب اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک"** یہ بڑی جامع دعا اور ذکر ہے جو انسان کو رب کی عبادت پر ابھارتی ہے اور اللہ کی مدد ونصرت کی شمولیت کو یقینی بناتی ہے اسی طرح عبادت میں حسن وخوبی کا بھی سبب بنتی ہے لہٰذا اس کا اہتمام نماز میں ہمیں کرنا چاہیے اور اس ذکر اور دعا کا محل احادیث کی روشنی میں نماز میں سلام پھیرنے سے قبل ہے۔

25/ جولائی بروز جمعرات بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث دارالہدی ساکی ناکہ ممبئی میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ کی صدارت میں ایک دینی وتربیتی اجتماع کا انعقاد ہوا جس میں فضیلۃ الشیخ مختار احمد محمدی مدنی/حفظہ اللہ نے **"فاستقم کما امرت"** آیت کی روشنی میں استقامت کی تعریف، اس کا مقام ومرتبہ اور اس کی اہمیت فضیلت پر روشنی ڈالی خصوصاً ایمان کے ساتھ سلف صالحین کے منہج پر چلتے ہوئے استقامت آج کے دور کی اہم ضرورت ہے کیونکہ اس دور میں منہج سلف پر قائم رہنے کے لیے بڑے چیلنجز کا سامنا ہے اس لیے اس پر قائم رہ کر دعوت وتبلیغ کے کاز کو جاری رکھنا بہت ہی اہم ہے اس لیے استقامت کو اپنانا بہت ہی ضروری ہے۔

25/ جولائی ہی کو بروز جمعرات بعد نماز عصر کلیہ احسن البنات السّلفیہ دھاراوی ممبئی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظ اللہ کا ایک خصوصی درس رکھا گیا جس میں شیخ محترم نے ''علم کی اہمیت اور طلب علم کے آداب'' پر بڑی ہی تفصیل سے روشنی ڈالی جسے وہاں کی خواتین اور طالبات واستانیوں نے بڑے ہی انہماک کے ساتھ سماعت فرمایا اور بھرپور استفادہ کیا۔

27/ جولائی 2024 بروز سنیچر بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث رائل گارڈن کوسہ ممبرا میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر سرپرستی ایک اہم اجتماع منعقد ہوا جس میں جبیل سعودی عرب سے آئے ہوئے مہمان فضیلۃ الشیخ مختار احمد محمدی مدنی/حفظہ اللہ نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات کی روشنی میں متقیوں کے اوصاف بیان کیا اور ایک ایک وصف پر روشنی ڈال کر لوگوں کو اس سے متصف ہونے کی تلقین کی، غیبی امور پر ایمان ویقین، نماز کا قیام، زکوۃ کی ادائیگی، آسمانی کتابیں خصوصا قرآن مجید پر ایمان کے ساتھ اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی نیز اہل تقوی کے تعلق سے فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں اور انہی کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ بعدہ الغاط سعودی عرب سے آئے ہوئے مہمان فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی/حفظہ اللہ نے حق کی راہ میں آنے والی آزمائشوں پر صبر اور اس میں کامیابی کے لیے کچھ رہنما اصول بیان کیے اور

فرمایا کہ آزمائش وابتلائیں اللہ کی سنت رہی ہیں اس کے ذریعے اللہ سچے اور جھوٹے کا پتہ لگاتا ہے لہٰذا آزمائشوں پر صبر کر کے زندگی گزارنا انبیاء وصالحین اور مومنین ومتقین کی خصلت رہی ہے اور ان کا وطیرہ ہے لہٰذا آزمائش میں جزع وفزع کرنا اللہ کے قریبی بندوں کی خصلت نہیں بلکہ آزمائشوں پر صبر کرنا یہ انبیاء کی صفات ہیں نیز انبیاء کی آزمائش کے واقعات کے ذریعے لوگوں کو بتایا کہ ان میں ہمارے لیے عبرت ونصیحت ہے۔

31/جولائی بروز بدھ ہلائی گھانچی جماعت خانہ پائیدھونی، ممبئی میں فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ کا خصوصی درس ایک اہم موضوع ''علامہ ثنا اللہ امرتسری حیات وخدمات'' کے تحت رکھا گیا جس میں شیخ محترم نے بہت ہی اہم خطاب پیش فرمایا اور علامہ ثنا اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی زندگی سے لوگوں سے نصیحت حاصل کرنے کی تلقین ؛ الحمدللہ اس پروگرام سے وہاں کے احباب جماعت بشمول خواتین نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

2/اگست بروز جمعہ جامع مسجد اہل حدیث گھاس بازار، کلیان میں مہمان فضیلۃ شیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ نے ''دین برحق اور ہماری ذمہ داری'' کے موضوع سے نہایت ہی اہم خطبہ دیا اور فرمایا کہ دین برحق یہ اسلام ہی ہے جس پر چل کر ہی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے جو کہ قرآن وسنت اور سلف کے طریقے پر مشتمل ہے، جس کا علم حاصل کرنا اور پھر اسی کے مطابق زندگی گذارنا ہماری ذمہ داری ہے۔

اسی دن مسجد اہل حدیث بدلا پور ممبئی میں ''دینی اعمال پر شوق کیسے پیدا ہو؟'' جیسے اہم موضوع پر سورہ اعراف کی آیات کی روشنی میں بڑے ہی اچھے انداز میں خطاب کیا اور لوگوں کو دینی اعمال پر شوق اور رغبت دلائی۔

4اگست بروز اتوار مسجد اہلحدیث جلیل کمپاؤنڈ دھاراوی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا ''اسلام کے لیے اسلاف کی قربانیاں اور ہماری ذمہ داریاں'' جیسے حساس موضوع پر بہترین خطاب ہوا۔

7/اگست بروز بدھ مسجد اہل حدیث اقرادی ٹرتھ سی ووڈ، نوی ممبئی میں فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ کا ''اسلام میں عقل پرستی کے نقصانات'' پر بہت ہی اہم خطاب ہوا جس میں آپ نے فرمایا اسلام میں عقل پرستی نہیں بلکہ کتاب وسنت کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کے اتباع واطاعت پر قائم ہے اس میں عقل کا دخل نہیں، ہمیں قرآن وسنت کی واضح تعلیمات پر عمل کرنا ہے چاہے اس کی مصلحت ہمارے عقل میں آئے یا نہ آئے بس ہمیں اس بات پر یقین رکھنا ہے کہ جتنی تعلیمات اور احکامات اسلام نے ہمیں دیئے ہیں وہ سب کے سب ہمارے فائدے ہی کے لیے ہیں اور سب فطرت کے عین مطابق ہیں، اسی کے ساتھ موجودہ دور کے کچھ عقل پرستوں کا بھی تذکرہ کیا اور ان کی گمراہیوں سے لوگوں کو متنبہ کیا۔

اسی دن بعد نماز ظہر کلیہ عائشہ للبنات، بیگن واڑی گوونڈی ممبئی میں شیخ محترم کا کلیہ کی طالبات اور ان کے سرپرست، اساتذہ وذمہ داران کے درمیان ''علم کی اہمیت وفضیلت'' پر ایک مفصل اور اہم خطاب ہوا۔

8/اگست بروز جمعرات جامع مسجد اہل حدیث تلولی میں جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کے زیر اہتمام اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی زیر سرپرستی ایک اجلاس عام کا انعقاد ہوا جس میں فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ نے ''اخلاص کی اہمیت وفضیلت'' پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ اخلاص کی وجہ سے اللہ کا قرب کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے نیز جانوروں کے اندر سے دودھ کی خالصیت یہ رب کا بہت بڑا اعجاز ہے اس کی مثال

دے کر اللہ سے تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ خلوص وللٰہیت کو بتلایا اور فرمایا رب کا تقرب اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب بندہ اپنے تمام تر اعمال کو ہر قسم کی آلائشوں اور غلاظتوں سے پاک کر کے صرف اور صرف خلوص وللٰہیت کے ساتھ اسے انجام دے اور یہ تمام چیزیں تقوی کے ذریعے بھی حاصل ہوسکتی ہیں ، اللہ کو دین کے تمام اعمال میں تقوی اور خلوص مقصود ہے۔

10 اگست صفہ للبنات ممبرا میں ''سلفی منہج کی خصوصیت'' کے تحت شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا خصوصی خطاب ہوا۔

اس کے علاوہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا ماہ محرم کی مناسبت سے ''محرم سیریز''، ''عظمت صحابہ سیریز'' اسی طرح ماہ صفر کی مناسبت سے ''صفر سیریز'' کے تحت ویڈیوز سوشل میڈیا پر اپلوڈ کیے گئے نیز 15 راگست یوم آزادی کی مناسبت سے جماعت کے مؤقر اور مستند علماء کرام کے آزادی اور اس کی تحریکوں میں مسلمانوں کے کردار سے متعلق خطابات وکتب کو سوشل میڈیا پر نشر کیا گیا جس سے عوام نے بہت فائدہ اٹھایا۔

16 راگست بروز جمعہ بعد نماز مغرب تا عشاء شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا پونے کے اعظم کیمپس میں ایک اہم پروگرام ہوا جس میں شیخ محترم نے ''ہدایت کے بعد گمراہی'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا جس سے کیمپس کے تمام لوگوں نے بڑے ہی انہماک کے ساتھ سماعت کیا اور استفادہ کیا۔

17 - 18 راگست بروز سنیچر واتوار شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا گجرات کے اہم شہر احمد آباد کا ایک علمی دورہ ہوا جس میں 17 راگست کو محمدی مسجد اہل حدیث گومتی پور میں شیخ محترم کا بعد نماز ظہر خواتین کے لیے خصوصی پروگرام ہوا جس میں ''تعویذ جھاڑ پھونک جن اور جادو اور نظر بد کی شرعی حیثیت'' کے موضوع پر خصوصی خطاب ہوا نیز بعد نماز عشاء اسی مسجد میں شیخ محترم کا ''زندگی کا سکون برباد کرنے والے اسباب'' کے موضوع پر خطاب عام ہوا اسی طرح احمد آباد ہی میں 18 اگست بروز اتوار محمدی مسجد اہل حدیث باکونگر میں بعض نماز عشاء ''تین طلاق، خلع اور حلالہ کی شرعی حیثیت'' کے موضوع پر خطاب ہوا جس سے الحمدللہ وہاں کے افراد نے بھرپور فائدہ اٹھایا الحمدللہ احمد آباد کا یہ علمی دورہ بہت ہی کارآمد رہا اور وہاں کے احباب جماعت نے اس دورے سے بھرپور استفادہ کیا۔

تین روزہ دعوتی دورے کی رپورٹ:

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، کھیڈ جماعت اہل حدیث کا ایک معروف دینی ادارہ ہے، جو مختلف دعوتی، اصلاحی، تعلیمی اور رفاہی سرگرمیوں کا انعقاد کرتا ہے۔ ان سرگرمیوں کا مقصد کتاب وسنت کی صحیح اور خالص تعلیمات کو فروغ دینا ہے۔ اس ادارے کے زیر اہتمام حال ہی میں ایک تین روزہ دعوتی دورے کا انعقاد کیا گیا، جس میں علمائے کرام نے مختلف موضوعات پر خطبات اور دروس دئے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی سرپرستی میں منعقدہ اس دورے کے مہمانِ خصوصی فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ تھے۔

23 راگست بروز جمعہ، شیخ محترم نے جامع مسجد اہل حدیث ملت نگر، چپلون میں ''اختلاف اور فرقہ بندی بنیادی سبب اور علاج'' کے موضوع پر خطبہ جمعہ دیا۔ آپ نے امتِ مسلمہ میں موجودہ فرقہ بندی کی صورتحال کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے شرعی حل پر روشنی ڈالی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح 23 راگست بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب، مسجد اہل حدیث اپرتوڑیل، مہاڈ، رائے گڑھ میں فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ جامع نصیحتیں'' کے

موضوع پر رہنمائی فرمائی۔ جو درج ذیل نکات پر مشتمل تھے۔ (۱) تم حرام چیزوں سے بچو، سب لوگوں سے زیادہ عابد ہوجاؤ گے۔ (۲) اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم شدہ رزق پر راضی رہو، سب لوگوں سے زیادہ بے نیاز رہو گے۔ (۳) اور اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو پکے سچے مومن رہو گے۔ (۴) اور دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو سچے مسلمان بن جاؤ گے۔ (۵) اور زیادہ نہ ہنسو اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

نیز اسی روز جامع مسجد والوپے، چپلون میں فضیلۃ الشیخ عبدالکریم محمد عمر سنابلی رحفظہ اللہ نے ''بدشگونی اور عقیدۂ توحید پر اس کے مضر اثرات'' کے موضوع پر خطبہ جمعہ پیش کیا۔

بعد ازاں 24/ اگست 2024ء کو بیت السلام کمپلیکس، کھیڈ رتنا گیری میں بعد نمازِ فجر فضیلۃ الشیخ عبدالکریم سنابلی رحفظہ اللہ نے درسِ قرآن دیا اور بعد نمازِ عصر شیخ الطاف الرحمٰن سلفی رحفظہ اللہ نے ''عزت اور سربلندی کا معیار ایمان وعمل'' کے موضوع پر درسِ حدیث پیش کیا۔ اور اگلی صبح بعد نمازِ فجر ''ایمان والو! سچوں کے ساتھ رہو'' کے موضوع پر شیخ کا درس قرآن بھی ہوا۔

نیز بتاریخ 24/ اگست بروز سنیچر بعد صلاۃ مغرب مسجد فرقان، داپولی رتنا گیری میں شیخ محترم عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے ''اصلاحِ معاشرہ اور سنت کا التزام'' کے عنوان پر سماجی ومسلم معاشرے کے متعلق ضروری رہنمائی کی اور شریعت کو سامنے رکھ کر اس کے تریاق کی وضاحت فرمائی۔

اسی طرح سب سے اہم پروگرام جو 25/ اگست بروز اتوار، بیت السلام کمپلیکس، کھیڈ رتنا گیری میں یک روزہ دورۂ علمیہ کی شکل میں منعقد ہوا، جس میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی ایک اہم اصولی کتاب ''اصول السنۃ'' کی شرح جسے فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرزاق البدر رحفظہ اللہ نے کی ہے، اسی کی روشنی میں فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے ہمیں چند اہم اور بنیادی اسباق پڑھائے۔ کتاب درج ذیل نکات پر مشتمل ہے۔ ''دین کے چھ اصول: (۱) توحید واخلاص، (۲) وحدت واجتماعیت، (۳) سمع وطاعت، (۴) علماء اور غیر علماء میں فرق، (۵) اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان میں فرق، (۶) قرآن وسنت کا فہم آسان ہے''۔

مذکورہ شرح کا اردو زبان میں مذکرہ بھی فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے طلبہ کو پیش کیا۔ پروگرام کی نظامت شیخ الطاف الرحمٰن سلفی رحفظہ اللہ نے کی جبکہ کلمۂ تشکر شیخ مجاہد الاسلام ابن عبدالواحد انور یوسفی سنابلی مدنی رحفظہ اللہ نے پیش کیا۔

اس دورۂ علمیہ میں 110/ افراد نے شرکت کی، جن میں سے 30/ افراد ممبئی سے تشریف لائے تھے۔

مجلس کے اخیر میں سوال وجواب کی نشست منعقد ہوئی اور دعا کے ساتھ نمازِ مغرب سے قبل اس مجلس کا بحسن وخوبی اختتام ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس دعوتی دورے کی ہر طرح کی شرکت اور معاونت کو قبول فرمائے اور اسے دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

اس کے علاوہ شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کے مسجد حسن رائل گارڈن کوسہ ممبرا، مسجد دارالتربیہ سیلیش نگر ممبرا، جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ، مسجد اہل حدیث میرا روڈ، مسجد اہل حدیث دارالہدی ساکی ناکہ، مسجد اہل حدیث فیضان اپارٹمنٹ جوگیشوری، وغیرہ میں شرح کتاب التوحید، منہج سلف کی حقیقت، جدید مناہج کی حقیقت، عظمت صحابہ سیریز، عقیدہ وسنت کے متعلق سلف صالحین کے اقوال جیسی اہم اور اصولی کتابوں کے ہفتہ واری و پندرہ روزہ دروس جاری وساری ہیں۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
September-October 2024

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورہ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com